© rasailojaraid.com

صحافت و ذرائع ابلاغ کی آزادی قرآن و سیرت طیبہ کی روشنی میں

☆پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

آج کی تیز رفتار دنیا میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت وافادیت کا انکار ممکن نہیں عہد جدید میں یہ ذرائع نہ صرف معاشرہ میں افراد کی تعلیم وتربیت، اقدار و روایات کی منتقلی، ملک وقوم کی بقاء وترقی، فکر و عمل کی راہنمائی، نظریات کی پختگی اور اپنی ثقافت پر فخر کرنے کے سلسلہ میں فیصلہ کن کردار ادا کر رہے ہیں۔ بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی معاشروں میں ہر انقلاب اور تبدیلی، مثبت یا منفی نظریات کی اشاعت وترویج اور دوسری طاقتوں کی سیاسی و دینی برتری انہی ہتھیاروں یعنی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی مرہون منت ہے۔ ذرائع ابلاغ کی یہ اہم ترین حیثیت ہی دوسرے تمام شعبوں پر اثر انداز ہو کر ان کی صورت گری میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ اس لئے ذرائع ابلاغ کو درست بنیادوں پر استوار کرنا دوسرے تمام شعبوں کی اصلاح کیلئے بے حد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں اشتہارات کی حیثیت ذرائع ابلاغ کیلئے جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تیزی سے ترقی کرتی دنیا نے اشتہار سازی کے شعبے کو باقاعدہ ایک فن اور صنعت کا درجہ دے دیا ہے چنانچہ ملکی و بین الاقوامی سطح پر ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں کا جال بچھا ہوا ہے جن کو عالمی طاقتیں دنیا بھر میں اور خصوصاً مسلم ممالک میں اپنے مخصوص مفادات کے ایجنڈے اور مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کر رہی ہیں۔ اس کا ثبوت ہماری اشتہاری صنعت کی کارستانیاں ہیں۔ چنانچہ یہاں ایک طبقہ ایسا وجود میں آ گیا ہے جو غیر محسوس طریقہ سے ایک مخصوص ہدف کی تکمیل کیلئے سرگرم ہے اور تہذیب و اخلاق کی ساری حدود پھلانگتا نظر آتا ہے۔ حالانکہ اسلامی تہذیب میں تو افراد کا ہر قدم خدائے پاک کی مرضی ومنشاء کے عین مطابق پھونک کر اٹھانا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مادہ پرستوں کا نظریہ ہے کہ اس حیات مستعار

☆پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں شہوات نفس کی تسکین کا جتنا سامان فراہم ہوسکتا ہو کیا جائے۔ زرد صحافت سے جس قدر ''زر'' کمایا جا سکتا ہو کما لیا جائے آج کی صحافت و ذرائع ابلاغ کا جائزہ عہد نبویؐ کے ایک واقعہ سے لیا جا سکتا ہے

غزوۂ تبوک سے تعلق رکھنے والا واقعہ خاص خصوصیت کا حامل ہے، وہ واقعہ یہ تھا کہ غزوہ تبوک شدید گرم موسم اور پھلوں کے پکنے اور باغات کے گھنے سائے سے لطف لینے کے زمانے میں پیش آیا تھا، اس کے اثر سے چند افراد غزوہ میں حضورؐ کے ہمراہ جہاد کیلئے جانے سے رہ گئے تھے، ان میں سے چند تو وہ تھے جو دل سے اسلام نہیں لائے تھے اور دوہری پالیسی رکھتے تھے ان کے اسلام کے جھوٹے دعویٰ سے حضورؐ واقف بھی تھے لیکن چونکہ وہ اپنے جھوٹے طرز عمل کو چھپاتے تھے اسلئے حضورؐ بھی ان سے رد و قدح نہیں فرماتے تھے، ان کے علاوہ تین حضرات ایسے بھی تھے جو اسلام کا سچا جذبہ رکھتے تھے۔ جھوٹے لوگ تو جان بوجھ کر تبوک سے غیر حاضر ہوئے تھے، لیکن یہ تین سچے لوگ معمولی رکاوٹ اور قدرے سستی کی بناء پر سفر نہ کر سکے تھے، غزوہ سے واپسی پر جھوٹے عذر والوں نے حضورؐ سے اپنا جھوٹا عذر بیان کیا، حضورؐ نے سن لیا اور ان کو نظر انداز کر دیا، لیکن تین سچے لوگوں نے کوتاہی کا اعتراف کر لیا، آپؐ نے ان کی گرفت فرمائی اور کہا انتظار کرو اب خدا ہی فیصلہ کرے گا، اور تمام اہل ایمان کو ان تینوں کا بائیکاٹ کرنے کا حکم دے دیا۔ تینوں نے سزا کو صبر و ایمان کے ساتھ چالیس روز تک برداشت کیا، اس واقعہ کو حضرت کعب نے اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھ سے جب حضورؐ نے دریافت کیا کہ جہاد میں کیوں نہیں نکلے تو میں نے عرض کیا کہ حضورؐ اگر میں عذر بیان کرنا چاہوں تو ایسا عذر پیش کر سکتا ہوں کہ آپ اس کو مان لیں گے کیونکہ مجھ کو اپنی بات کو مناسب دلیل کے ساتھ موثر ڈھنگ سے کہنے کی صلاحیت حاصل ہے، لیکن ایسا کروں گا تو جھوٹ کہوں گا، اس سے دھوکہ تو دے سکتا ہوں لیکن خدا کو راضی نہیں کر سکتا، سچی بات یہ ہے کہ کوئی عذر نہ تھا صرف کوتاہی تھی، حضورؐ نے فرمایا کہ انہوں نے تو سچ بتا دیا، اچھا انتظار کرو، اللہ کی طرف سے فیصلہ ہوگا، اور تینوں اشخاص سے بات کرنے کو منع کر دیا۔ حضرت کعب کا یہ کہنا ہے کہ ہم کو مطمئن کر دینے والی بات کی صلاحیت ہے، یہی وہ صلاحیت ہے جو موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کے راستے سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ یہ صلاحیت اگر صالح اور مفید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصد کے تحت ہو تو صالح میڈیا ہے ورنہ فاسد اور مضر میڈیا ہے، ذرائع ابلاغ کی اس کارکردگی کو عام طور پر اختیار کرلیا گیا ہے، اسلام کے دشمن اس کو عام طور پر اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے استعمال کررہے ہیں (۱)

اس کی وجہ سے زندگی کے حقائق بدل کر سامنے آتے ہیں اور حق بات چھپی رہ جاتی ہے، اس طرح کی ذرائع ابلاغ کا موجودہ عہد میں بہت چلن ہوگیا ہے بلکہ اب اس کو مستقل فن بنالیا گیا ہے۔ کہ واقعہ کوئی بھی ہو اس کو اپنے مقصد کیلئے مفید بنا کر پیش کردیا جاتا ہے۔ اس میں جھوٹ، نفاق، حق تلفی اور خلاف حقیقت بات کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا ظاہر ہے اسلام اس کو نہیں پسند کرتا، وہ کہتا ہے کہ سچی پکی بات کہو ورنہ نہ کہو اور دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرو۔ لیکن یورپ نے ہوشیاری اور چالاکی سے بات کرنے کو اور واقعات کو اپنے پسندیدہ مقاصد کے تحت ہی پیش کرنے کو ایک فن کے طور پر اختیار کرلیا ہے یہ وہ میڈیا ہے جو مغربی اقدار اور جاہلیت کی باتوں کو ترویج دینے کیلئے دنیوی دانشوروں نے اختیار کیا اور رواج دیا ہے جس نے اخلاقی تو اخلاقی انسانی قدروں کو بھی پامال کردیا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ کچھ سرپھرے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے پروردگار کے ڈر سے جھوٹ سے بچتے ہیں اس طرح کا میڈیا اسلامی میڈیا ہوا۔ جھوٹ والا میڈیا اس خوبصورتی کے ساتھ چلتا جارہا ہے کہ اچھے اچھے آدمی دھوکہ کھاتے ہیں، مسلمانوں اور اسلام کو آجکل اس کا سخت مقابلہ ہے ان تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم جائزہ لیں گے صحافت و ذرائع ابلاغ کیا ہیں جنہیں آج جدید میڈیا کا نام دیا جارہا ہے

صحافی و صحافت کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ڈاکٹر عبدالسلام لکھتے ہیں: صحافت کا لفظ ''صحیفہ'' سے نکلا ہے۔ ''صحیفہ'' کے لغوی معنی ہیں، کتاب یا رسالہ۔ بہرحال عملاً ایک عرصہ دراز سے ''صحیفہ'' سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے جو مقررہ وقتوں کے بعد شائع ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام اخبار و رسائل صحیفے ہیں اور جو لوگ ان کی ترتیب و تحسین اور تحریر سے وابستہ ہیں انہیں صحافی کہا جاتا ہے اور ان کے پیشے کو صحافت کا نام دیا گیا ہے۔ صحافت کا مترادف انگریزی لفظ ''جرنلزم'' ہے جو ''جرنل'' سے بنایا گیا ہے۔ جرنل کے معنی ہیں ''روزانہ حساب کا کھاتا، روزنامچہ''۔ جب صحافت کا آغاز ہوا تو اسی اصطلاح کو اخبار یا رسالے کیلئے استعمال میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لایا جانے لگا۔ جرنل کو ترتیب دینے کیلئے جرنلسٹ کا لفظ بنا اور اس پیشے کو جرنلزم کا نام دیا گیا۔(۲)

اخبار کی لغوی و اصطلاحی تعریف :''اخبار'' لفظ بہت پرانا ہے۔ یہ اس وقت سے چلا ہے جب نہ طباعت ایجاد ہوئی تھی، نہ آج کے اخباروں کا تصور ممکن تھا۔''اخبار'' عربی زبان کا لفظ ہے اور ''خبر'' کی جمع ہے۔ یہ لفظ ان قلمی خبرناموں کے لئے استعمال میں آیا جو ایران کے قبل از اسلام کے دور کے بادشاہوں کے زیر سایہ اس مقصد سے مرتب ہوتے تھے کہ انہیں مملکت کے ہر حصے کی خبریں مہیا ہوتی رہیں۔ چنانچہ ان بادشاہوں نے مختلف اہم مقامات پر اپنے گماشتے مقرر کر رکھے تھے جو وقتاً فوقتاً اپنے مخصوص علاقوں کی خبریں لکھ بھیجتے تھے۔ ان گماشتوں کو ''اخبار نویس'' کہا جاتا تھا۔ ان کے لئے ''وقائع نگار'' اور ''روز نامہ نویس'' کے الفاظ بھی استعمال ہوتے تھے۔ ان میں صرف اخبار ''روز نامہ نویس'' ایک ایسی اصطلاح ہے جو ایران سے مخصوص رہی۔ ہمارے ہاں ''روز نامہ'' روزانہ کے اخبار کو کہتے ہیں لیکن ایران میں ہر مؤقت الشیوع اخبار کو ''روز نامہ'' کہا جاتا ہے، اس لئے وہاں صحافی کی جگہ ''روز نامہ نویس'' کے لفظ کا استعمال عام ہے۔ باقی سب اصطلاحات برعظیم پاکستان و ہند میں دور سلاطین دہلی اور دور مغلیہ میں رائج رہیں اور جب مطبوعہ صحافت نے جنم لیا تو انہیں کا انطباق مطبوعہ صحافت پر ہونے لگا۔ اخبار اور اخبار نویس کے الفاظ بہت عام ہیں ''وقائع نگار'' کا لفظ بھی بعض اخبار ''سٹاف رپورٹر'' کیلئے استعمال کرتے ہیں (۳)

برصغیر میں صحافت کا ارتقاء:مسلمان حکمرانوں کے عہد میں صحافت حکمرانوں کی خدمت پر مامور تھی۔ جو اخبار مرتب ہوتے تھے وہ صرف حاکم مطالعہ کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ اہم اخبارات دربار میں پڑھ کر سنا دیے جاتے تھے۔ جب کوئی بہت بڑی خبر ہوتی تو ہر طرف ہرکارے دوڑا دیئے جاتے جو شہر با شہر اس کا اعلان کر دیتے۔ اس سے بڑھ کر صحافت کا کوئی مصرف نہ تھا۔ جب ان حکومتوں پر زوال آیا تو خبر رسانی کے ذرائع بھی متاثر ہوئے اور بیکار اخبار نویسوں نے روزگار حاصل کرنے کے لئے یہ شغل اختیار کیا کہ بعض امراء کو معاوضے پر اخبار مہیا کرنے لگے۔ یہ لوگ دہلی اور دوسرے بڑے شہروں میں غول در غول کچہریوں اور درباروں اور دوسرے مقامات پر منڈلاتے رہتے، جب کچھ خبریں جمع ہو جاتیں تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے ''اخبار'' مرتب کرتے۔ پھر ہاتھ سے ان کی نقلیں تیار کرتے اور اپنے گاہک امراء تک پہنچا آتے۔ اسی دوران طباعت نے برعظیم میں رواج پایا اور انگریزی اخباروں کی دیکھا دیکھی اردو اور فارسی میں بھی مطبوعہ اخبار جاری ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد تو قلمی اخبار معدوم ہو گئے اور مطبوعہ اخباروں کے قدم مضبوط ہو گئے۔

دوسرے ملکوں میں بھی کم وبیش یہی صورت رہی۔ طباعت کی ایجاد ہونے کے باوجود اخبارات نے زیادہ ترقی نہ کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائی دور میں نہ تار برقی کا سلسلہ موجود تھا نہ ٹیلی فون۔ ریلوے بھی معرض وجود میں نہ آئی تھی اور خود کار طباعتی مشینیں بھی نہ بنی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ اخباروں کی اشاعت محدود تھی اور خبریں بہت پرانی چھپتی تھیں۔ ظاہر ہے، ان حالات میں صحافت معاشرے پر اثرانداز ہونے کے قابل نہ تھی۔

پچھلی صدی میں جو بنیادی ایجادیں ہوئیں ان سے قوموں اور انسانوں کے درمیان زیادہ گہرا رشتہ استوار ہوا اور انہیں کی بدولت صحافت نے ترقی کی۔ ان میں سے اہم ایجاد یہ تھی کہ بھاپ سے فائدہ اٹھایا جانے لگا، سمندری جہاز اتنے تیز چلنے لگے کہ جہاں پہلے انگلستان سے کلکتہ پہنچنے میں نو مہینے صرف ہوتے تھے پھر صرف تین مہینے لگتے تھے۔ ریلیں چلنے لگیں اور بھاپ سے پریس بھی چلنے لگے۔ اس طرح ایک تو خبروں کی فراہمی میں سہولت پیدا ہوگئی اور دوسرے کم وقت میں زیادہ اخبار چھاپنے ممکن ہو گئے۔ تار برقی اور ٹیلی فون کی ایجادات نے مواصلات میں انقلاب پیدا کر دیا۔ خبر رساں اداروں نے جنم لیا خبروں کی فراہمی اور نشر و اشاعت میں مسابقت کا بازار گرم ہو گیا۔ یورپ میں صنعتی انقلاب نے جہاں کم پڑھے لکھے لوگوں میں اخبار بینی کا ذوق پیدا کیا وہاں اخباری اشتہارات نے آمدنی کا ایک ایسا ذریعہ کھول دیا جس سے اخبارات کی حالت سدھر گئی۔

بیسویں صدی میں تار برقی اور لاسلکی نظام کی ایجاد نے صحافت کو اور بھی فروغ دیا۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے اجتماعی ابلاغ کیلئے راستے کھول دیے۔ بعض لوگوں نے سوچا کہ شاید ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مقابلہ پر اخبار ماند پڑ جائیں لیکن ایسا نہ ہوا۔ اخبار برابر ترقی کرتے چلے گئے۔ اس میں جہاں دوسرے عناصر کارفرما تھے وہاں حسین و جمیل طباعت کے نت نئے طریقوں نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ ایسی مشینیں ایجاد ہوئیں جن سے اخبارات تھوڑے سے وقت میں لاکھوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعداد میں چھپنے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ اخبارات کی کٹائی اور تہ بندی بھی ہونے لگی۔

اب صحافت کے معنی وسیع تر ہو گئے ہیں۔ ریڈیائی صحافت اور ٹیلی ویژن کی صحافت بھی اس میں شامل ہو گئی۔ اب اس کا اثر معاشرے کے ہر فرد تک پہنچ رہا ہے(۴)

صحافت اور ادب کا فرق :صحافت اور ادب میں واضح فرق موجود ہے اور اس فرق کو تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن ماضی میں صحافت اور ادب کو ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا۔ اعلیٰ پایہ کی صحافت اور اعلیٰ پایہ کے ادب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں میں ہمیشہ برقرار رہنے والی قدریں موجود ہوتی ہیں۔ دونوں کے محرکات احساسات، جذبات اور مشاہدات ہیں۔ یہ بات اس لحاظ سے صحیح ہے کہ دونوں میں ایک بنیادی مشترک قدر موجود ہے۔ صحافت معاشرت اور زمانے کی عکاس ہے اور صحیح قسم کی صحافت اپنے دور کی تاریخ کہلاتی ہے۔ بلند پایہ ادب کی بھی ایک خوبی یہی ہوتی ہے۔ اس میں روح عصر موجود نہ ہو تو اس کو مستقل مقام حاصل نہیں ہوتا۔

معیاری صحافت انسانوں کے معاملات و مسائل کو سمجھنے سمجھانے اور ان کو حل کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ گویا اعلیٰ پایہ کی صحافت کا مقصد انسانیت کی خدمت ہے۔(۵)

معیاری صحافت انسانی مسائل کے حل کا راستہ بتاتی ہے۔ عوام اور حکام کی رہنمائی کرتی ہے۔ اعلیٰ پایہ کے ادب کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے۔ ادیب ذرا مختلف انداز میں معاشرے اور حالات کو تبدیل کر کے اپنے تصور کے مطابق بنانے کے آرزومند ہوتے ہیں۔ معیاری صحافت ظلم، ناانصافی اور استحصال کے خاتمے اور بلند انسانی اقدار کے فروغ کو اپنا مشن بناتی ہے۔ اس طرح معیاری ادب میں بھی ذرا مختلف انداز میں انہی مقاصد کی تکمیل کیلئے جدوجہد کی جاتی ہے۔ اگر صحافت کو ''معیاری صحافت''، ''مقبول عام صحافت'' اور ''زرو صحافت'' جیسی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے تو ادب کو بھی ''صحت مند ادب'' یا ''معیاری ادب''، ''مقبول عام ادب'، ''غیر صحت مند'' گھٹیا اور فحش ادب جیسی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے(۶)۔

صحافت اور ادب کی ان مشترک قدروں کے باوجود دونوں میں فرق بھی موجود ہے صحافت میں واقعیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے یعنی اخبارات میں جو کچھ چھپے وہ صحیح ہونا ضروری ہے، خبریں صحیح ہونی چاہئیں، تبصرہ بے لاگ اور دیانت دارانہ ہونا چاہئے۔ معلومات، نام، اعداد وشمار،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انداز ے، غرض سب کچھ صحیح ہونا چاہئے۔ اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں کہ سکتے ہیں کہ صحافت میں صحت واقعات کی موجودگی لازمی ہے لیکن ادب میں واقعیت کی موجودگی لازمی نہیں۔
ابتدائی دور کا ادب مافوق الفطرت واقعات اور کرداروں پر مشتمل ہے۔ البتہ موجودہ دور میں یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ادب میں پیش کی جانے والی کوئی بات غیر فطری نہیں ہونی چاہئے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ افسانے ، ڈرامے اور ناول میں جو واقعات پیش کئے گئے ہوں وہ حقیقتاً رونما ہوئے ہوں یا ان میں جو کردار پیش کئے گئے ہوں وہ حقیقی زندگی میں موجود ہوں۔ گویا ادب میں اس واقعیت کی قید نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس میں غیر فطری پن نہ ہو ادب کی بعض صورتوں مثلاً شاعری کا بھی یہی عالم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ شاعر جو کچھ کہے اس کی بنیاد واقعیت پر ہو۔ شاعر مبالغہ بھی کر سکتا ہے۔ فرضی واقعات بیان کر سکتا ہے۔ اپنے کسی خیال کو نظم کی شکل دے سکتا ہے۔ شاعری میں مبالغہ تو ہوتا ہی ہے خیالات و افکار میں ترتیب بھی ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ لیکن صحافت میں اس طرح کے مبالغے اور بے ترتیبی کی گنجائش نہیں ہے
ادب اور صحافت میں ایک اور فرق حالات وواقعات کے بیان کا فرق ہے صحافی کیلئے ضروری ہے کہ وہ خبروں کی صورت میں جو کچھ بیان کرے معروضی طور پر کرے یعنی اس میں اپنے جذبات و احساسات شامل نہ کرے۔ خبر کا بے لاگ اور غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ ہر انسان حالات اور واقعات سے متاثر ہوتا ہے۔ حادثات، جرائم، جنگیں، قیام امن، محبت یا نفرت کی غیر معمولی صورت، مہم جوئی، اسرار، کش مکش، تلاش و جستجو، انفرادی، گروہی اور اجتماعی کامیابیاں، ناکامیاں، سرگرمیاں، کارروائیاں، انکشافات، عجائبات، نوادرات، ایجادات۔ غیر ہر قابل ذکر یا نئی یا غیر معمولی چیز صحافت کا موضوع بن سکتی ہے اور ادب کا بھی۔ لیکن صحافی ان تمام چیزوں کو معروضی طور پر، غیر جانبداری کے ساتھ، بے لاگ انداز میں لکھے گا۔ وہ یہ نہیں بتائے گا کہ اس کا اپنا ردعمل کیا ہے۔ وہ ہر بات کا ردعمل قارئین پر چھوڑ دے گا۔ لیکن ادیب جب ان چیزوں میں سے کسی چیز کو اپنی تخلیق کا موضوع بنائے گا تو وہ عموماً یہ بتائے گا کہ اس نے اسے کس طرح محسوس کیا ہے۔ اس کا ردعمل کیا ہے
گویا صحافت میں معروضیت Objectivity ہوتی ہے اور ادب میں داخلیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Subjectivity ہے

ادب اور صحافت میں زمانی قدروں کا بھی فرق ہے۔ صحافت میں واقعات، حالات کی تازگی یا ہنگامیت ایک بنیادی شرط ہے، یہ صحافت کی اہم ترین قدر ہے۔

صحافت میں تازگی یا قرب زمانی کی موجودگی لازمی ہے اس لئے خبر کی ایک تعریف یہ ہے۔ دلچسپی کے حامل واقعہ کا فوری اور بے لاگ بیان۔ اگر خبر کو فوری طور پر بیان نہ کیا جائے تو وہ تازگی کے عنصر سے محروم ہو کر معیار سے گر جاتی ہے۔ چوبیس گھنٹے بعد شائع ہونے والے اخبار میں گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں رونما ہونے والا واقعہ اگر خبر کی صورت میں جگہ نہ پا سکے گا تو وہ خبری اقدار سے محروم ہو جائے گا۔ اس پر مبنی خبر باسی اور پرانی ہو جائے گی۔ آج ایک دن میں اخبارات کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوتے ہیں۔ مثلاً: صبح کا ایڈیشن، سہ پہر کا ایڈیشن،، شام کا ایڈیشن وغیرہ ، ہر ایڈیشن میں گزشتہ چند گھنٹوں کی خبریں شائع ہوتی ہیں صبح کو رونما ہونے والا واقعہ شام کے اخبار کیلئے خبر نہیں رہتا

خبروں کی طرح تبصروں، اداریوں اور مضمونوں کا بروقت اور برمحل ہونا بھی ضروری ہے۔ کسی اہم تازہ واقعہ پر فوراً تبصرہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تبصرہ بروقت نہ ہو تو اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ادب میں اس کی تازگی یا قرب زمانی کی قید نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ ادب کو متعلقہ دور کی روح کا مظہر ہونا چاہئے لیکن ادیب کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی واقعہ کے لئے اپنا ردعمل فوراً ظاہر کرے۔ ادیب کے ردعمل کا اظہار، ہفتوں، مہینوں یا سالوں بعد بھی ہو سکتا ہے، پھر ادیب کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر اہم واقعہ پر اظہار خیال کرے۔ ادیب عموماً نئے رجحانات یا کرداروں کو اپنی تخلیقات کا موضوع بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر زمانہ جنگ میں ہر روز محاذ کی صورت حال اور فریقین کی کامیابیوں اور ناکامیوں کی خبریں اخباروں میں چھپتی ہیں صحافی قیام امن پر بھی زور دیتے ہیں۔ ادیب جنگ کے دوران یا جنگ کے ختم ہونے کے بعد قلم اٹھا سکتا ہے۔ وہ جنگ کی تباہ کاریوں کو نمایاں کر کے جنگ جوئی کی مذمت کر سکتا ہے

ادب اور صحافت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ادیب کسی فلسفہ زندگی کا پیروکار یا متبع ہو سکتا ہے وہ دنیا یا اپنے معاشرہ کو اپنے فلسفہ زندگی کی عینک سے دیکھتا ہے وہ مرد مومن بھی ہو سکتا ہے، رجعت پسند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی، رجائیت پسند بھی ہوسکتا ہے اور قنوطی بھی۔ اس کی تخلیقات میں اس کے فلسفہ زندگی کے اظہار کی گنجائش ہوتی ہے۔ جمہوری ملکوں میں صحافت میں فلسفہ حیات کے بجائے حکمت عملی اور پالیسی کارفرما ہوتی ہے ہر اخبار مسلمہ اقدار اور متعلقہ قوانین کے دائرہ میں رہ کر ایک پالیسی یا نقطہ نظر اپنا سکتا ہے لیکن عموماً یہ پالیسی درپیش مسائل کے حل سے متعلق ہوتی ہے۔ اس کے باوجود صحافتی مندرجات مثلاً خبروں کو بے لاگ اور غیر جانبدارانہ طور پر بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔

کچھ مدت پہلے تک صحافت شخصی صحافت کہلاتی تھی کیونکہ پہلے نامور اہل علم اور نامور اہل قلم، اہم مقاصد کی تکمیل کیلئے اخبار جاری کرتے تھے اور اخباروں میں ان کی اپنی تحریروں ہی کو غالب حیثیت ہوتی تھی۔ اگر کسی صحافی کی شخصیت کو اخبار سے علیحدہ کر دیا جاتا تو اخبار بے روح بے اثر ہو جاتا۔ کم وبیش ہر ملک میں شخصی صحافت کا دور دورہ رہا ہے۔ ہمارے ہاں محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت شخصی صحافت کا نمونہ ہے۔ اس قسم کی صحافت میں ایسی انفرادیت ہوتی تھی جو ادب کے لئے مخصوص ہے۔ اب صحافت اجتماعی بن چکی ہے۔ اب اخبار ایک ایسا ادارہ ہے جس میں ایک شخص کو غالب حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ بہت سی تحریریں گمنام افراد کی ہوتی ہیں۔ خبریں کئی لوگوں کی تیار کردہ اور حاصل کردہ ہوتی ہیں۔ اداریے بھی مختلف لوگ لکھتے ہیں اور ان پر کسی کا نام نہیں ہوتا۔ اس لئے اب اخبار کی رائے ایک شخصیت کی رائے نہیں ہوتی بلکہ ایک ادارے یا مکتب فکر مشترکہ رائے ہوتی ہے۔(۷)

"صحافت میں زیادہ تر عارضی اور وقتی مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ اس کے برعکس ادب میں عموماً مستقل اور دائمی قدروں کو بحث کا موضوع بنایا جاتا ہے۔ ادیب قتل یا بدعنوانی کے ایک واقعہ کو موضوع بحث بنانے کے بجائے اس کو ایک اجتماعی مسئلہ کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اسے ایک دائمی یا مستقل قدر بنا کر پیش کرتا ہے۔ صحیح اور معیاری صحافت کو عوام کا ترجمان قرار دیا جاتا ہے اور ہر اخبار عوام کا ترجمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ صحافت کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ رائے عامہ کی تشکیل کرتی ہے۔ اگرچہ ادیب یا عالم بھی عوام کا ترجمان ہوسکتا ہے اور اسکی تخلیقات بھی عوام کی ترجمانی کرسکتی ہیں تاہم ادیب کی سوچ انفرادی سوچ ہوتی ہے(۸)

ادیب اپنے طور پر رائے عامہ کو مکمل طور پر جاننے کا اہتمام نہیں کرسکتا، چنانچہ اس کی طرف سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رائے عامہ کی ترجمانی کا دعویٰ غیر حقیقت پسندانہ ہوگا۔ چنانچہ ادیب کا نقطہ نظر انفرادی ہوتا ہے جبکہ صحافی کا اجتماعی اسی لئے ادب اور صحافت میں وہی فرق ہوتا ہے جو انفرادیت اور اجتماعیت میں ہے(۹)

صحافت مشن ہے یا کاروبار :چوں کہ صحافت معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے اور معاشرہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے اور صحافت کی بے پناہ ترقی کے اس دور میں معاشرے سے اس کا چولی دامن کا ساتھ ہوگیا ہے اس لئے اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ صحافت مشن ہے یا کاروبار؟ حقیقت یہ ہے کہ صحافت مشن بھی ہے اور کاروبار بھی اور ان دونوں عناصر کی یکجائی کے بغیر آج صحافت کا تصور ممکن نہیں

ڈاکٹر عبدالسلام لکھتے ہیں: یہ درست ہے کہ صحافت ایک عظیم مشن ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تازہ ترین خبروں سے آگاہ کیا جائے، عصر حاضر کے واقعات کی تشریح کی جائے اور ان کا پس منظر واضح کیا جائے تاکہ رائے عامہ کی تشکیل کا راستہ صاف ہو۔ صحافت رائے عامہ کی ترجمان اور عکاس بھی ہوتی ہے اور وہ رائے عامہ کی راہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتی ہے عوام کی خدمت اس کا مقصد و فریضہ ہے، اس لئے صحافت معاشرے کیلئے ایک اہم ادارے کی حیثیت رکھتی ہے

اب اس کا کاروباری پہلو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ درست ہے کہ ماضی میں ایسے اخبار نکلتے رہے ہیں جن کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ کسی خاص زاویہ نگاہ کے حق میں رائے عامہ پیدا کریں، وہ نفع کمانے کیلئے نہیں، صرف مقصد کو فروغ دینے کیلئے نکلے۔ لیکن سچ پوچھئے تو وہ بھی ایک کاروبار تھا کیونکہ وہ بھی اس مفروضہ کی بنا پر نکلتے تھے کہ منڈی میں اتنے گاہک پیدا ہو جائیں گے کہ مالک اور کارکنوں کیلئے روٹی میسر ہو سکے۔ اور جب ایسا نہ ہوا تو دو ہی صورتیں پیدا ہوئیں کہ یا تو اخبار کے مالک نے بیرونی سہارا لیا یعنی کسی مخیر شخص سے مالی امداد لے کر خسارہ پورا کر دیا یا ادارہ بند کر دیا۔ بیرونی سہارا چاہئے کتنے ہی بڑے اور نیک مقصد کیلئے کیوں نہ ہو وہ کسی اخبار کیلئے باعث فخر نہیں کیونکہ جہاں محتاجی آ جاتی ہے وہاں آزادی سلب ہو جاتی ہے

آزادی، صحافت کی بنیادیں معاشی آزادی پر استوار ہوتی ہیں۔ صرف وہی اخبار آزاد رہ سکتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو معاشی طور پر کسی کا محتاج نہ ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے کاروباری بنیادوں پر چلایا جائے اور کاروباری بنیادوں پر چلانے کا تقاضہ یہ ہے کہ سے زیادہ سے زیادہ گاہکوں کیلئے قابل قبول بنایا جائے۔ جب گاہک زیادہ ہونگے تو اخبار کو زیادہ اشتہار ملیں گے، آمدنی بڑھے گے اور اس آمدنی سے اخبار کو اور بہتر بنایا جائے گا۔ اس سے اشاعت اور بڑھے گی اور نتیجہ کے طور پر اشتہار بھی پہلے سے زیادہ ملیں گے۔ اس طرح ترقی کے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ معاشی خوشحالی اور آزادی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخبار کسی بیرونی دباؤ کو قبول نہیں کرے گا۔ اور بغیر کسی خوف کے معاشرہ کی خدمات انجام دے سکے گا

کاروبار کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اخباروں میں اشاعتیں بڑھانے کیلئے مسابقت کا بازار گرم ہوتا ہے تو حریف اخبار کوشش کرتے ہیں کہ عوام کے سستے ذوق کی تسکین کیلئے ایک دوسرے پر بازی لے جائیں۔ اس طرح صحافت کا معیار گرتا ہے اور معاشرہ کا ذہن آلودہ ہو جاتا ہے (۱۰)

صحافت صنعت کا روپ اختیار کر لیتی ہے تو اس میں یہ خدشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جب صنعت کار سرمایہ لگائیں گے اور ان کا واحد مقصد یہ ہوگا کہ منافع حاصل ہو تو صحافت کا مبلغانہ پہلو پس پشت رہ جائیگا۔ بظاہر یہ نظریہ غلط معلوم نہیں ہوتا لیکن اگر مندرجہ ذیل پہلو سامنے رکھے جائیں تو معاملہ واضح ہو جائے گا:

ا۔ صحافت وہ واحد صنعت ہے جس کی مصنوعات کو ہر روز آزمائش کی بھٹی سے گزرنا پڑتا ہے۔ قارئین جس دن چاہیں انہیں خریدنا بند کر سکتے ہیں چوں کہ متبادل اخبار موجود ہوتے ہیں، اس لئے قارئین کو کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا گویا اخبار کا وجود گاہکوں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ جس صنعت کا یہ حال ہو اگر وہ مبلغانہ جذبہ سے عاری ہو جائے تو کتنے دن چل سکتی ہے؟

ا۔ سرمایہ دار روپیہ لگاتے ہیں لیکن اخبار کی ترتیب وتحسین اور تحریر تو بہرکیف صحافیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اگر چہ صحافی مبلغانہ جذبہ سے عاری نہ ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ اخبار اس جذبہ سے عاری ہو جائیں

ا۔ پھر دوسرے دباؤ بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً معاشرے کا دباؤ، قانون کا خوف، ضابطہ اخلاق کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پابندی اور دوسرے اخباروں کا وجود۔ یہ سب عناصر اخبار کو صراط مستقیم سے ہٹانے میں دیوار کا کام دیتے ہیں

اس تمام بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کے صنعت کا روپ لینے سے صحافت کے کردار پر مجموعی طور پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا بلکہ معاشی خوشحالی اور آزادی نے صحافت کو آزاد رہنے میں مدد دی ہے اس لئے صحافت بیک وقت ایک معاشرتی ادارہ بھی ہے اور ایک صنعت بھی اور یہ دونوں کے تقاضے پورے کرسکتی ہے(۱۱)

ذرائع ابلاغ کا فلسفہ اور اس کا ارتقاء: ہم اپنی روزمرہ زندگی پر نظر ڈالیں تو محسوس ہوگا کہ دنیا میں باضابطہ زندگی گزارنے کیلئے اپنے اردگرد بسنے والوں سے رابطہ قائم کرنا کتنا ضروری ہے۔ ہمیں اپنی تکالیف دوسروں کو بیان کرنی ہوتی ہیں۔ غم اور خوشی کا تاثر دینا ہوتا ہے۔ محبت اور نفرت کا اظہار انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ خطرہ کے وقت دوسروں کو خطرے سے آگاہ کرنا امداد کرنا اور امداد طلب کرنا کتنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہو، اور ایک دوسرے سے رابطہ انسان کی زندگی سے ختم کر دیا جائے تو زندگی عذاب ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی مجرم کو بہت سخت سزا دینی مقصود ہوتی ہے تو اسے قید تنہائی میں ڈال دیا جاتا ہے

ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھنا انسان کی فطرت ہے اور یہ عمل اس وقت سے جاری ہے جب سے انسانوں نے اکٹھا رہنا شروع کیا۔ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت اس وقت بھی تھی جب کوئی باقاعدہ زبان ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت بھی انسان غم اور خوشی، پسندیدگی اور ناپسندیدگی، نفرت اور محبت، خوف اور غصے کے جذبات کا اظہار کرتا تھا۔ خواہ اس کیلئے وہ حلق سے مختلف آوازیں نکالتا ہو یا اشاروں کے ذریعہ سوچ کا اظہار کرتا ہو۔ آج بھی وہ لوگ جو قوت گویائی سے محروم ہوتے ہیں اپنا مطلب واضح کرنے کیلئے اشاروں کا سہارا لیتے ہیں۔ کوئی شخص اگر ایسے ملک میں چلا جائے جس کی زبان اسے بالکل نہ آتی ہو وہ بھی اشاروں کے ذریعہ اپنا کام چلا سکتا ہے۔ اسی لئے اشاروں کو بین الاقوامی زبان بھی کہا جاتا ہے۔ گویا اشارہ اظہار خیال کی اولین صورت تھی۔ جیسا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے وقت کے ساتھ ساتھ جوں جوں انسانی دماغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ارتقاء کی منازل طے کیں اس نے اپنا مطلب واضح کرنے کیلئے مختلف قسم کی آوازیں مقرر کر لیں جنہیں آج ہم زبان کہتے ہیں۔

زبان انسانوں میں آپس میں رابطہ قائم کرنے میں سب سے اہم زریعہ ہے۔ ہم صبح سے شام تک بیشمار الفاظ بولتے ہیں، سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں، کسی سے بات چیت کرر ہے ہوں، ریڈیو سن رہے ہوں، اخبار یا کتاب پڑھ رہے ہوں یا ٹیلی فون پر محو گفتگو ہوں، 'زبان' کے بغیر گزارا نہیں۔

زبان ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے(۱۶)

ابلاغ کی لغوی و اصطلاحی تعریف: دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، ان پر اپنا مطلب واضح کرنے اور بات چیت کرنے کے عمل کو 'ابلاغ' کہتے ہیں۔ تاہم ابلاغ کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کیلئے الفاظ ہی استعمال کیے جائیں۔ آرٹسٹ اپنے خیالات کا اظہار رنگوں کے ذریعہ کرتا ہے۔ عکاس اپنا نظریہ دوسروں تک پہنچانے کیلئے سلولائیڈ اور کیمرے کا سہارا لیتا ہے اور ایک اداکار اپنے جذبات کے اظہار کیلئے چہرے کے تاثرات کو ذریعہ اظہار بناتا ہے۔ سڑک پر جاتے ہوئے سرخ بتی کا نظر آنا ٹھہرنے کا اشارہ ہے جب کہ سبز بتی کا روشن ہونا راہداری کا پروانہ ہے

ابلاغ کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک شخص واقعی دوسرے شخص تک اپنے خیالات پہنچائے۔ تنہا آدمی جو کچھ سوچتا ہے تو وہ خود سے مصروف گفتگو ہوتا ہے۔ اس وقت بھی وہ رابطہ قائم کرنے کے عمل میں مصروف ہے خواہ وہ رابطہ خود اپنے آپ سے قائم کر رہا ہو

ابلاغ کے عمل کو مکمل ہونے کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں (الف) پیغام دینے والا (ب) پیغام (ج) اور پیغام وصول کرنے والا یا پیغام کی منزل

پیغام دینے والا مبلغ ایک فرد ہوسکتا ہے یا کئی افراد کی تنظیم یا گروہ۔ اسی طرح پیغام دینے والا کوئی ادارہ بھی ہوسکتا ہے جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم کمپنی، تھیٹر یا اخبار۔ پیغام الفاظ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور سگنل، اشاروں، حروف، رنگوں اور چہرے کے تاثرات کو بھی پیغام رسانی کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پیغام موصول کرنے والا یا پیغام کی منزل ایک فرد بھی ہوسکتا ہے اور بہت سے افراد کے گروہ کے علاوہ پوری قوم یا کئی اقوام بھی ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح ایک اخبار اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قارئین کو خبریں اور مضامین مہیا کرتے وقت یا ایک فلم کا ہدایت کار اپنے ناظرین کو فلم دکھاتے ہوئے ابلاغ کے عمل میں مصروف ہے۔ اسی طرح ریڈیو اپنے سامعین کو پیغام دیتے وقت ابلاغ کا عمل کر رہا ہے۔ جب ابلاغ دو افراد کے درمیان ہو تو ہم اسے صرف ابلاغ کہتے ہیں، لیکن پیغام موصول کرنے والے بہت سے افراد یا عوام الناس ہوں تو اس عمل کو ہم ''ابلاغ عام'' کہتے ہیں

جب کوئی شخص یا ادارہ اپنے خیالات یا اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے خیالات اور اپنے سننے والوں یا دیکھنے اور پڑھنے والوں کے خیالات ہیں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ آج سردی بہت زیادہ ہے تو وہ آپ کے ذہن میں سردی کا تصور پیدا کرنا چاہتا ہے جو خود اس کے اپنے ذہن میں ہے تا کہ اسکے ذہن میں سردی کا وہ تصور پیدا ہو جائے جو خود اس کو ہے۔ اگر وہ یہ ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ابلاغ کامیاب ہے لیکن اگر آپ اس کا پیغام صحیح طریقہ سے سمجھنے سے قاصر رہیں تو ابلاغ نامکمل یا ناکام ہوگا۔

خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ جو خیال بھی ہم دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں پہلے اسے الفاظ تاثرات یا خطوط (حروف اور تصاویر) کا جامہ پہنائیں۔ اس کے بعد ہی ہمارا خیال ایک مخصوص شکل میں منزل تک پہنچے گا۔ ہماری منزل، جو ایک فرد یا بہت سے افراد ہو سکتے ہیں، پیغام کی اس مخصوص شکل کو دوبارہ اسی انداز سے محسوس کرے گی جس انداز سے ہم اسے محسوس کر رہے تھے۔ مثال کے طور پر جب ہم کسی سے کہتے ہیں کہ ''مجھے پیاس لگ رہی ہے'' تو پہلے ہم پیاس کے احساس کو لفظ ''پیاس'' کا جامہ پہناتے ہیں۔ اس کے بعد، جس شخص کو ہم نے یہ پیغام دیا ہے وہ لفظ پیاس کو اسی طرح محسوس کرنے کا تصور کرے گا جس طرح ہم پیاس محسوس کر رہے ہیں، یعنی وہ پیاس کے لفظ کو پیاس کے احساس میں تبدیل کرنے کے بعد ہمارا مطلب سمجھنے کے قابل ہوگا۔ مندرجہ ذیل شکل سے یہ عمل نہایت آسانی سے واضح ہو جاتا ہے

پیاسا شخص　　پیاس کا احساس　　لفظ پیاس　　پیاس کا احساس　　منزل

لیکن یہ عمل اس صورت میں مکمل ہوگا کہ پیغام موصول کرنے والا پیغام دینے والے کے خیالات و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احساسات سے آگاہ ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔ ابلاغ کا تقاضا ہے کہ پیغام موصول کرنے والا پیغام کو اسی صورت میں سمجھے جس صورت میں پیغام دینے والا اسے سمجھانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے پیغام کے متعلق دونوں کا تجزیہ یکساں ہونا ضروری ہے۔ اگر ہم اوپر کی شکل کو پیش نظر رکھیں کہ دوسرے شخص کو پیاس کا احساس اسی صورت میں ہوگا جب کہ اسے معلوم ہو کہ لفظ پیاس کہنے والا اپنا کون سا احساس اس تک پہنچانا چاہتا ہے۔ یعنی اگر اس کے تجربہ میں پہلے پیاس کا احساس شامل نہیں ہے تو وہ پیغام دینے والے کا مطلب نہیں سمجھ سکے گا (۱۳)

مکمل اور موثر ابلاغ کے لئے پیغام کے وہ معنی سمجھنا بہت اہم ہے جو پیغام دینے والا سمجھانا چاہتا ہے۔ دنیا میں جتنے الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان سب کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ جو لغت میں درج ہے دوسرا مطلب مختلف اقوام اور مختلف افراد یا مختلف خطوں کے باشندوں کے لئے مختلف ہوتا ہے (۱۴)

اس کی ایک واضح مثال ٹریفک کے وہ نشانات ہیں جو بغیر الفاظ کے ہر ڈرائیور کیلئے یکساں معنی رکھتے ہیں۔ اگر کسی جگہ ہارن کی شکل پر کاٹی (X) کا نشان بنا ہوا ہو تو ہر ڈرائیور اس کا یہ مطلب سمجھ جائے گا کہ یہاں ہارن بجانا منع ہے۔ اس طرح ریڈ کراس کا مطلب لغت کے لحاظ سے تو سرخ رنگ کے صلیب کا نشان ہے لیکن تمام دنیا میں اسکا مطلب طبی امداد سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس نشان (+) یا اس لفظ کے متعلق تمام دنیا کا تجربہ کہ یہ طبی امداد کی عالمی تنظیم کا نشام ہے (۱۵)

کوئی بھی پیغام دیتے وقت ہمیں یہ فکر ضرور لاحق رہتی ہے کہ ہمارا پیغام سامع تک پہنچ گیا یا نہیں اگر پہنچ گیا ہے تو کیا سننے والے پر اس کا اثر ہماری خواہش کے مطابق ہوا ہے؟ کوئی مشتہر اپنی کسی چیز کا اشتہار دیتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اشتہار کے لفظ پر یقین کریں اور اس کا مال زیادہ سے زیادہ فروخت ہو۔ ہم کسی کو خط لکھنے کے بعد یہ امید رکھتے ہیں کہ خط مکتوب الیہ تک پہنچ جائے اور وہ اس کا پیغام اچھی طرح سمجھ لے (۱۶)

ذرائع ابلاغ کی اقسام

قدیم اہل قلم ذرائع ابلاغ کو سات اقسام میں تقسیم کرتے ہیں

۱۔ روزنامہ ۲۔ ہفت روزہ اخبار ۳۔ رسائل و مجلات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ڈائجسٹ ۵۔پیشہ ورانہ رسائل (طبی، تجارتی، بچوں خواتین وغیرہ کیلئے)

۶۔ریڈیو ۷۔ٹیلویژن (۱۷)

اس کے علاوہ جدید دور میں انٹرنیٹ سب بڑا ذرائع ابلاغ کا ذریعہ ہے ٹیپ ریکارڈر، سی ڈیز، موبائل فون وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں دن بدن ذرائع ابلاغ میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے

۱۔صحافی و مبلغ کے بنیادی اوصاف: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ ایک اچھے صحافی کیلئے ضروری ہے کہ امیدوار میں چند بنیادی اوصاف موجود ہوں۔ان میں سرفہرست وصف **معلومات عامہ سے آگاہی** ہے۔معلومات عامہ سے مراد ہے عمرانی علوم سے واقفیت، قومی اور بین الاقوامی مسائل میں دلچسپی، اپنے ملک، اپنے علاقے اور اپنے شہر کے بارے میں تاریخی اور جغرافیائی، تہذیبی معلومات

۲۔تحریر کا ملکہ: دوسرا بڑا وصف ہے۔جو شخص اپنا مافی الضمیر سلیس اور سادہ زبان میں پیش کر سکے اور جو لکھنے کیلئے ''موڈ'' کا انتظار نہ کرے وہ صحافی بن سکتا ہے۔تحریر کے ملکہ کیلئے ضروری ہے کہ متعلقہ زبان کے ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہو اگرچہ صحافت کو ادب عالیہ میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن صحافتی کام میں ادبی قابلیت بہت مددگار ثابت ہوتی ہے

صحافتی زبان اور علمی و ادبی زبان میں بہت فرق ہوتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اصولی طور پر اس فرق کا ہونا ضروری نہیں۔زبان علمی ہو ادبی ہو یا صحافتی اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے یعنی لکھنے والا گفتگو کرنے والا کچھ کہنا چاہتا ہے۔کچھ لوگ اس کے مخاطب ہوتے ہیں اگر اس کی لکھی ہوئی بات پڑھنے یا سننے والے کو سمجھ میں آجاتی ہے اور اس کا ذہن وہی اثر قبول کرتا ہے جو لکھنے یا کہنے والا پیدا کرنا چاہتا ہے تو زبان کے استعمال کا مقصد پورا ہو جائے گا۔اس قسم کو اصطلاح میں بلیغ کہا جاتا ہے اور مفہوم کی صحیح اور موثر ادائیگی کا فن بلاغت کہلاتا ہے۔اگر لکھنے یا کہنے والے کی بات پڑھنے یا سننے والے کی سمجھ میں نہ آئے یا وہ پوری طرح نہ سمجھے یا غلط سمجھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زبان کے استعمال کا مقصد پورا نہیں ہوا۔یا تو لکھنے یا کہنے والا صحیح اور مناسب الفاظ استعمال نہیں کر سکا یا پھر پڑھنے یا سننے والا ان الفاظ کو سمجھ نہیں سکا۔

موجودہ دور ابلاغ عام کا دور ہے۔اخبارات و جرائد، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلموں کے ذریعہ لاکھوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کروڑوں لوگوں تک اطلاعات، خیالات، نظریات یا احساسات پہنچائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ٹیلی ویژن اور فلم میں بولنے والوں کی حرکات و سکنات بھی ابلاغ میں مدد دیتی ہیں لیکن الفاظ یعنی زبان کی اہمیت مسلم ہے۔ موثر اور صحیح ابلاغ کیلئے صحیح الفاظ کا انتخاب اور استعمال ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ابلاغ "Communication" نے ایک فن کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ جس کی تدریس پر بڑی محنت ہو رہی ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں اس فن پر تحقیق کے لئے بڑے بڑے ادارے قائم ہو چکے ہیں (۱۹)

موجودہ دور میں پروپیگنڈا، اشتہار بازی، پبلسٹی، تعلقات عامہ، حکومتوں اور اداروں کے لئے لازمی بن چکے ہیں۔ ان میں ہر شعبہ ایک فن کا درجہ حاصل کر چکا ہے چنانچہ ان فنون پر عبور حاصل کرنے کیلئے ابلاغ عامہ میں ماہر ہونا ضروری ہے۔

تحریر یا تقریر کی صورت میں جن لوگوں سے خطاب کیا جاتا ہے ان کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) وہ لوگ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ زبان پر عبور رکھتے ہیں۔ مشکل الفاظ اور تراکیب بھی سمجھ لیتے ہیں، بہ وقت ضرورت لغت سے استفادہ کر سکتے ہیں اور ان کو بہت سے الفاظ یاد ہوتے ہیں

(ب) وہ لوگ جو کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں یعنی پرائمری درجہ سے میٹرک یا ایف اے درجہ تک زیادہ مشکل الفاظ اور تراکیب نہیں سمجھ سکتے ان کا علم لغت محدود ہوتا ہے

(ج) وہ لوگ جو ان پڑھ ہوتے ہیں اگر ان سے مادری زبان میں گفتگو کی جائے تو سمجھ لیتے ہیں لکھ نہیں سکتے وہ آپس میں بات چیت کرتے وقت بازاری زبان بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ مقامی محاورات اور غیر شائستہ الفاظ بھی استعمال کر لیتے ہیں

اگر ان تین قسموں کو سامنے رکھ کر کچھ لکھنا یا کہنا ہو تو اصول یہ بنتا ہے کہ "سلیس زبان" استعمال کی جائے۔ آسان الفاظ منتخب کئے جائیں۔ پیچیدہ تراکیب استعمال نہ کی جائیں۔ صنائع بدائع کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ اگر مشکل زبان استعمال کی جائے گی تو بات ایک محدود طبقہ کی سمجھ میں آئے گی۔ دوسرے لوگ لکھی یا کہی جانیوالی بات کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ اگر سلیس زبان استعمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جائیگی تو تینوں قسموں کے لوگ بات کو سمجھ لیں گے اور اگر بات لوگوں کی مادری زبان میں کہی جائے تو ان پڑھ بھی اس کو سمجھ لیں گے۔ چنانچہ صحیح اور موثر ابلاغ سہل زبان ہی میں ممکن ہے جو عالم یا فاضل لوگ لکھتے یا کہتے وقت اپنے مخاطب کی علمی سطح کو سامنے نہیں رکھتے اور تحریر یا تقریر میں لغت دانی کا اظہار کرتے ہیں وہ صحیح اور موثر ابلاغ سے قاصر رہتے ہیں۔ چنانچہ زبان اور ابلاغ کے ماہرین کا فیصلہ یہ ہے کہ:

☆ سلاست اور اختصار کے بغیر موثر ابلاغ ممکن نہیں

☆ سب سے زیادہ علم سب سے زیادہ سادگی میں پایا جاتا ہے

☆ صحیح معنی میں عظیم شے وہ ہوتی جو آسان اور فطری ہو

زبان کا مقصد ابلاغ ہے یعنی کچھ کہنا۔ اگر الفاظ یا تراکیب پڑھنے یا سننے والے کی توجہ خود جذب کر لیں اور ذہن مفہوم کی طرف نہ جائے تو زبان کے استعمال کا مقصد پورا نہیں ہوتا

تحریر یا تقریر میں سلاست، اختصار اور وضاحت کے اوصاف اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب الفاظ آسان اور جملے مختصر ہوں۔ سادہ الفاظ وہی ہوتے ہیں جو روزمرہ استعمال میں آتے ہیں (۲۰)

۳۔ قوت مشاہدہ: کے بغیر کوئی شخص صحافت میں کامیاب نہیں ہوسکتا صحافت ماحول کی تصویر کشی اور ترجمانی کرتی ہے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ جو لوگ صحافی بننا چاہیں ان کی قوت مشاہدہ تیز ہو

۴۔ ایک صاف اور پر سکون ذهن: صحافت کے پیشے میں بہت مدد دیتا ہے کیونکہ ذہن صاف ہو تو مسائل واضح ہوتے ہیں اور ان کا ابلاغ آسان ہو جاتا ہے۔

۵۔ تجسس و تجزیه کا جذبه: ہونا چاہیے تاکہ وہ حالات کی تہہ تک پہنچ سکیں اور معلومات کے ہر پہلو کو پیش کر سکیں دوسرے انہیں احساس ہو کہ معلومات صحیح ہونی چاہئیں۔

٦۔ صحت معلومات: اگر صحافی صحت معلومات کا خیال نہیں رکھے گا تو وہ بہت جلد ناکام ہو جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۔ غیر جانبداری: خبروں کی ادارت میں غیر جانبداری صحافت کا بنیادی اصول ہے۔ اداریہ نگاری میں اگرچہ رائے کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن اس میں بھی اس حد تک غیر جانبداری ضروری ہے کہ تصویر کے دونوں پہلو سامنے آ جائیں

۸۔ اچھی یادداشت جرنل نالج: جو لوگ اچھی یادداشت رکھتے ہیں وہ دوسروں کے مقابلے میں بہتر صحافی بن سکتے ہیں کیونکہ بسا اوقات معلومات مکمل کرنے کیلئے حوالوں کی تلاش کی فہرست نہیں ہوتی ایسے میں اچھی یادداشت کا حامل شخص فائدہ میں رہتا ہے

۹۔ محنت و جنون: اور آخری نکتہ ہے کام کرنے کا جنون ہو۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو جب تک کام کرنے کا جنون نہ ہوگا انسان کامیاب نہیں ہوسکتا (۲۰)

۱۰۔ نیت صالح: جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اگر ہوگا ارشاد نبویؐ ہے انما الاعمال بالنیات ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے''

اسلامی نظریہ ابلاغ: دنیا میں جو بھی قوم سیاسی اور نظریاتی محاذ پر کامیاب ااور سرفراز ہوتی ہے دنیا اس کا سیاسی اور اقتصادی فلسفہ اپنانے کے ساتھ ساتھ اس کا ابلاغ کے ضمن میں نقطہ نظر بھی قبول کر لیتی ہے۔ مغربی ممالک میں سائنسی اور مادی ترقی سے قبل جب دنیا میں اسلامی نظریہ ایک انقلابی اور جاندار نظریہ کے طور پر متعارف ہوا تھا تو اسلام کا نظریہ ابلاغ بھی ایک انقلابی نظریہ کے طور پر قابل قبول سمجھا گیا تھا۔ بعد ازاں اسلامی ملکوں کے غلام بن جانے سائنسی اور تعلیمی میدان میں پیچھے رہ جانے کی بناء پر اسلامی ملکوں میں بھی مغربی نظریہ ابلاغ یا اشتراکی نظریہ اطلاعات رائج ہوگیا

اسلام میں ابلاغ عامہ کی اہمیت ابتداء ہی سے بہت زیادہ رہی ہے کیونکہ اسلام کو بطور ضابطہ حیات لوگوں میں متعارف کرانے کیلئے خدا نے تو وحی کے ذریعہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنا پیغام پہنچا دیا۔ بعض ازاں اس پیغام کو عام لوگوں تک اس طرح پہنچانا کہ وہ نہ صرف ان کے لئے قابل قبول ہو بلکہ وہ اپنے اباؤ اجداد کے رسم و رواج اور طور طریقوں کو چھوڑ کر ایک نئے اور انقلابی نظریے کو قبول کر لیں پیغمبرؐ کا کارنامہ ہے۔ اسلام کے نظریہ ابلاغ کی ابتداء تخلیق آدم کے عقیدے کے مطابق آدم کے فرشتوں کے مقابلے میں فہم و فراست اور دانش کے علمبردار ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہوتی ہے۔ انسان اپنی اس فہم و فراست اور ادراک اور شعور کی دولت سے بہرہ ور ہونے کی بدولت مسجود ملائک ٹھہرا تھا۔ فہم و فراست ہی ادراک اور شعور کی منزل تک پہنچتا ہے۔ لیکن اس کی ابتدا ''اطلاع'' سے ہوتی ہے۔ ہر وہ خارجی کیفیت، حادثہ یا حقیقت جس کے متعلق ہم اپنے حواس سے پتہ چلاسکیں ''اطلاع'' کے زمرہ میں شامل ہے۔ کبھی دیکھ کر، کبھی سن کر، کبھی محسوس کر کے اور کبھی چکھ اور سونگھ کر ہم اپنے تجربات میں اضافہ کرتے اور دوسروں کو ان تجربات سے آگاہ کرتے ہیں۔ خود پیغمبرؐ خدا نے اس وقت تک اپنے نظریات کو دوسروں تک منتقل کرنے کی باقاعدہ ابتداء نہیں کی کہ جب تک انہیں یہ اطلاع نہیں دی گئی کہ انہیں خدا نے اس کام کے لئے منتخب کیا ہے دعوت اور تبلیغ اسلامی نظریہ کا طرہ امتیاز رہا ہے اور اسلام کے ظہور کے بعد قلیل مدت میں اس نظریے کا پھیل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان موثر ابلاغ کے طریقوں سے بخوبی واقف تھے تاہم صنعتی اور سائنسی انقلاب کے بعد کیونکہ مسلمان اقوام اس بدلتی ہوئی دنیا کا ساتھ دینے میں ناکام رہے۔ اس لئے جدید دور کے ابلاغی نظام میں وہ دوسری دنیا سے بہت پیچھے رہ گئے

جب تک اطلاعات اور علم حاصل کرنے کا کام انسانی پیغام رسانی تک محدود تھا۔ اس وقت تک اسلامی فلسفہ حیات تمام دنیا میں پھیل گیا لیکن جوں ہی یہ کام مشینوں کے ذریعہ سے ہونا شروع ہوا مسلمان اس میدان میں مکمل اطلاعات حاصل نہ کرنے کی وجہ سے باقی دنیا کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ گئے

اسلامی نظریہ ابلاغ کا مقصد : اسلامی فلسفہ ابلاغ میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کے مقصد تخلیق کو حاصل ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے اور اسے خدا نے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے اور اسے کائنات کے سربستہ رازوں سے تحقیق و جستجو کے ذریعہ سے پردہ اٹھانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں اطلاع کے ذریعہ کی ساکھ یا ثقاہت (کریڈبلیٹی) کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا عملی نمونہ رسول خداؐ نے اپنے آپ کو صادق اور امین کے طور پر پیش کر کے دکھایا۔ اسلام میں قول و فعل کے تضاد کی گنجائش نہیں ہے اور کائنات کو خدا کی مرضی کے تابع سمجھتے ہوئے بغیر کسی ڈر خوف یا لالچ کے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احکامات پر عمل کرنے کا حکم ہے جو دنیا میں بنی نوع انسان کی بھلائی، امن اور سلامتی کا باعث ہوں اور موت کے بعد آخرت میں خود انسانی کی اپنی بھلائی کا باعث بنیں۔ اسلام کے نظریہ ابلاغ میں بھلائی کو پھیلانے، سچی اور حق بات کہنے اور تمام انسانوں کی برابری اور مساوات کا درس ہے۔

اسلام طبقاتی معاشرت اور اس کی اہل ثروت اور غربا میں تقسیم اور ان کے ساتھ رویوں میں فرق کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام میں حق اور سچ بات کو کھلے عام کہنے کی ہدایت ہے اور جو انسان جو کچھ کہہ رہا ہو اس پر عمل کے ذریعہ دوسروں کو بھی عملی نمونہ دکھا رہا ہو۔ قرآن کریم اور احادیث ایسی ہدایتوں سے پر ہیں جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ بہتر زندگی گزارنے کے طریقے اور اصول بتاتی ہیں۔ اسلام اپنی فطرت اور اصولوں کے لحاظ سے کلیت پسند نظریہ ہے، یعنی ضابطہ حیات کے تحت انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اس ضابطے کے تحت نہ آتا ہو۔

انسان کی تمام سرگرمیاں خواہ وہ کھیل کے میدان میں ہوں یا روزی کمانے تک ہو اس ضابطے کے مطابق ہونا ضروری ہیں۔ ایسی صورت میں صحافت جس کا مقصد ہی رائے عامہ کو ہموار کرنا اور رائے عامہ کی ترجمانی اور عکاسی کرنی ہے، اسلامی ضابطہ حیات کے تحت صحافت ایک اہم فریضہ بن جاتی ہے۔ جب صحافت کا مقصد رائے عامہ کی تشکیل ہوگی جس سے خیر اور صداقت کو فروغ حاصل ہو۔ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ ظالم اور جابر حکمراں کے سامنے کلمہ حق کہتے رہیں برائی اور جھوٹ کی حمایت کبھی نہ کریں۔

صحافت موجودہ جمہوری معاشرہ میں ایک اہم فریضہ یہ ادا کرتی ہے کہ عوام کو تمام حالات سے باخبر رکھتی ہے کیونکہ عوام حکومت کی پالیسیوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار حالت و واقعات سے باخبر ہونے کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔ اسلامی حکومت میں بھی عوام کا تمام حالات سے باخبر ہونا ضروری ہے کیونکہ اسلامی نظریہ کے مطابق حکومت پر عوام سے مشورہ کرنا لازم ہے۔ قرآن حکیم میں صرف مشورہ لینے کا ہی نہیں مشورہ دینے کا حکم بھی ہے صحیح مشورہ اسی صورت میں دیا جاسکتا ہے جب اس معاملے کے بارے میں مکمل معلومات ہوں جس کے بارے میں مشورہ درکار ہو

اسلامی نظریہ کے مطابق برائی کو پھیلانا اور لوگوں کی عیب جوئی کرنا منع ہے لہٰذا اسلامی نظریہ ابلاغ میں آزادی، نیکی کی تلقین، بھلائی کو پھیلانے اور صداقت کا بول بالا کرنے سے مشروط ہے۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ میں اسلامی نظریہ ابلاغ مغربی نظریہ سے مختلف ہے جس میں عوام کو اچھی اور بری ہر قسم کی اطلاع دینے اور اطلاعات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ تاہم اسلامی نظریہ ابلاغ کے مطابق عوام الناس تک وہی اطلاعات پہنچنی چاہئیں جو انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔ اطلاعات کا تعلق علم و آگاہی سے ہے اس لئے اطلاعات کو بھی علم ہی کی طرح روشنی سے تعبیر کیا گیا ہے

اسلام میں سب سے بہتر اطلاعات خدا کے نبیؐ نے لوگوں کو اس وقت بہم پہنچائیں جب انہیں کفر اور لاعلمی کے اندھیروں سے نکال کر خدا کی ذات کو پہچاننے اور اپنی زندگیوں کو دنیا اور آخرت کیلئے خوشگوار بنانے کا علم دیا

غرض اسلامی نظریہ کے تحت علم حاصل کرنے، سچ کی تلاش، سچ کہنے اور ظلم اور جبر کے خلاف کلمہ، حق بلند کرنے اور سچ کو معاشرہ میں عام کرنے تبلیغ اور اطلاعات بہم پہنچانے کی ہدایت کی گئی ہیں لیکن یہ آزادی مطلق نہیں ہے بلکہ خدائی احکام اور حدود کی پابند ہے لیکن اسلامی نظریہ کے مطابق رائے کے اظہار اور حدود میں رہتے ہوئے تنقید اور خدا کے احکامات کے مطابق احتساب کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اسے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے(۲۱)

خود آپؐ نے کوہ فاران سے اس کا آغاز کیا یہ اس زمانے کا پریس کلب تھا جہاں لوگ جمع ہو کر اہم پیغامات سنا کرتے تھے

ابلاغ کے موثر ذرائع: کوئی پیغام دینے کے بعد اس کی کامیابی یا ناکامی کی صحیح صحیح پیش گوئی کرنا خاصا مشکل کام ہے تاہم کسی حد تک یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی پیغام کی کامیابی کی کس قدر توقع ہے۔ لیکن یہ اندازہ لگانے کیلئے بھی ہمیں ان حالات اور شرائط کا علم ہونا چاہئے جو موثر ابلاغ کے لئے ضروری ہے۔ اگر ان شرائط اور حالات کو مدنظر رکھا جائے تو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ آپ کا پیغام آپ کی خواہش کے مطابق ہی سمجھا جائے گا اور اس کے نتائج بھی خاطر خواہ ہونگے۔ موثر ابلاغ کی وہ بنیادی شرائط درج ذیل ہیں

ا۔ پیغام کی صورت میں پیغام رسانی ایسی ہونی چاہئے کہ سامع یا قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا سکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ پیغام کا مطلب سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ پیغام دینے والے ایسے الفاظ اور علامتیں، تشبیہیں اور استعارے استعمال کرے، جن کے متعلق اس کے سامعین اور اس کے اپنے تجربات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہو

۳۔ پیغام، سننے والے کی شخصیت کی تکمیل کے تقاضے اجاگر کرتا ہو اور انہیں مکمل کرنے کے لئے طریقہ تجویز کرتا ہو

۴۔ پیغام وصول کرنے والا جس ماحول میں رہتا ہے، پیغام اس ماحول سے مطابقت رکھتا ہو اور وہ ماحول پیغام پر عمل کرنے میں رکاوٹ نہ بنتا ہو

موثر ابلاغ کی ان چار بنیادی شرائط پر غوری کرنے کی ضرورت ہے

فریضہ ابلاغ میں اظہار رائے کی آزادی سیرت طیبہؐ و خلفاء راشدینؓ کے تناظر میں

فرد کے حقوق کا ایک دائرہ ریاست سے تعلق کا ہے۔ اس دائرہ میں ایک وسیع الاختیار اور کثیر الوسائل ریاست کے مقابلہ میں فرد کو حقوق دیے جاتے ہیں، انہیں ہم بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کہتے ہیں۔ ان حقوق کیلئے بنیادی انسانی حقوق (Basic Human Rights) اور انسان کے پیدائشی حقوق (Birtgh Rights of Man) کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے (۲۳) ان حقوق میں سے ایک آزادی اظہار رائے (Freedom of Expression) ہے

رائے انسانی غور و فکر کا نتیجہ ہے، قرآن مجید نے عقل انسانی کو عظمت سے نوازا ہے اور انسان کو اس کے ذریعے سے غور و فکر کی دعوت دی ہے

اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض وما خلق اللہ من شی ء (۲۴)

کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا

قرآن مجید کی متعدد آیات میں **افلا یعقلون، لقوم یعقلون، لقوم تعقلون** کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے عقل کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذاہب عالم کی تاریخ میں نبوت محمدیہ سب سے پہلی ربانی آواز ہے جس نے حاکمانہ قانون یا صرف لفظوں کی الٹ پھیر کے بجائے عقل انسانی کو مخاطب کیا، غور وفکر کی دعوت دی، فہم وتدبر کا مطالبہ کیا (۲۵)

اسلام نے انسانی عقل کی کار پردازیوں کے لئے یہ ضابطہ طے کیا ہے کہ اس کی غور وفکر کا محور نفسانی خواہشات اور ذاتی مفاد نہ ہو بلکہ اس کی رائے اور فکر اس کی ذات اور قوم کے لئے فائدہ مند ہو۔ حضور کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے اور کارگاہ حیات کے ہر گوشہ کو ضیاء بخشتی ہیں۔ ان کا مقصد ایک صالح معاشرہ کا قیام ہے جس کی بنیاد خلوص اور تعاون پر ہو جہاں پر افراد معاشرہ امن وآزادی، باہمی ہمدردی، عدالت ومساوات اور عزت نفس کے اصولوں پر مبنی زندگی بسر کریں

اسلام آزادی رائے کا سب سے بڑا داعی ہے اور اسلامی ریاست کی عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ظلم وجبر کے خلاف آواز بلند کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لایحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم (۲۶)

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو

اسلامی ریاست کے شہریوں کو صرف یہی حق حاصل نہیں کہ وہ کسی ظلم کو ظلم سے روکیں بلکہ وہ تقریر یا تحریر کے ذریعہ سے اپنے خیالات اور نقطہ نظر کی تبلیغ، اشاعت اور پروپیگنڈا کر سکتے ہیں

ایک اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد ہی اظہار رائے پر ہے کہ جس میں افراد کو شخصی آزادی حاصل ہو اور وہ اپنے خیالات کا اظہار بلاخوف وخطر کر سکیں، خواہ وہ حکومت وقت پر تنقید ہی کیوں نہ ہو، نبی کریم کا ارشاد ہے:

ان الناس اذا را و الظالم فلم یا خذوا علی یدیه اوشک ان یعمهم الله بعقاب منه (۲۷)

لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (ظلم سے نہ روکیں) تو قریب ہے کہ اللہ ان کو بھی اپنے عذاب میں شامل کرلے

ارشاد ربانی ہے:

یا ایها النبی انا ارسلنک شاهد اومبشر او نذیرا وداعیا الی الله باذنه سراجا منیرا (۲۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اے نبیؐ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا''

آپ نے قریش مکہ کو فرسودہ روایات اور جاہلانہ رسم و رواج سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا اور جاہلیت کے تمام تعصبات کو ختم کر کے ایک عالمگیر روحانی اخلاقی، سیاسی و تہذیبی نظام کی بنیاد ڈالی جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے

آپ کی تعلیمات، ہدایات اور ارشادات عالیہ قیامت تک باقی رہنے والے ہیں۔ آپؐ نے بنی نوع انسان کو ایک نیا طرز حیات دیا۔

عہد نبویؐ دور آزادی اظہار رائے کا بے نظیر دور ہے۔ تاریخ کا یہ روشن ترین دور اپنے اندر باہمی افہام و تفہیم، اخوت، ایثار و قربانی اور حق و انصاف کی لازوال داستانیں لئے ہر خاص و عام کو دعوت عمل دے رہا ہے۔

جب پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے اپنی سیرت و کردار سے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی سچا دین ہے، یہ نہ صرف اپنے پیروکاروں کو حق و صداقت کی ترویج و اشاعت، انصاف و صداقت کے قیام اور برائیوں کے سدباب کے لئے ہاتھ، زبان اور قلب سے جدو جہد کرنے کی تلقین کرتا ہے بلکہ بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ افراد قومی و ملکی معاملات، باہمی مسائل، انفرادی اور اجتماعی مفادات کے سلسلے میں اپنی رائے کا آزادانہ استعمال کریں۔ آپؐ نے حریت فکر و خیال اور آزادی اجتہاد کی ہمیشہ ہمت افزائی فرمائی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ ''صحابہ کرام تمام انسانوں سے زیادہ احکام الٰہی کے اطاعت کیش اور تمام انسانوں سے زیادہ آزاد خیال اور جمہوریت پسند تھے۔ وہ بڑے سے بڑے شخص کے مقابلے میں بھی اپنی رائے کی آزادی کو قربان نہیں کرتے تھے''

عہد نبویؐ کے بے شمار واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں مثلاً جنگ خندق کے دوران آپؐ نے بنو غطفان کو اپنے خلاف اتحادی فوجوں سے کاٹنے کیلئے انہیں مدینہ کی کھجوروں کی فصل کی ایک تہائی حصہ کی پیشکش کی۔ انصار کے دو شخص حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے پوچھا کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے کہ ہمیں صرف اس کی پیروی کرنی ہے یا یہ آپ کی رائے ہے۔ آپؐ نے فرمایا میری رائے ہے انہوں نے کہا کہ پھر ہمیں اپنے رائے کے اظہار کی آزادی ہے۔ خدا کی قسم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے ان کو کفر و شرک کے دوران بھی ایک کھجور نہیں دی تھی اور اب جب آپؐ کی بدولت ہم اسلام سے مالا مال ہو چکے ہیں تو انہیں ایک تہائی کھجور کیسے دے سکتے ہیں آپؐ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے رائے واپس لے لی

قرآن پاک کی سورۃ مجادلہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ ایک عورت حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ نے آپؐ سے فریاد کی۔ اس نے ایک واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے اتفاق کیا، عورت نے بار بار تکرار کی زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا کہ اگر شوہر بیوی کو ماں کی پیٹھ کی طرح کہہ دیتا تھا تو اس کی طلاق ہو جاتی تھی۔ حضرت خولہؓ کا کہنا تھا کہ یہ جاہلانہ تصور ہے اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ بالآخر حضرت خولہؓ کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ اس طرح کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ خاوند کو چاہیئے کہ وہ کفارہ ادا کرے اور آئندہ ایسی لغو بات اور بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قد سمع الله قول اللتی تجهاد لک فی زوجها و تشتکی الی الله و الله یسمع تحاوز کما ان الله سمیع بصیره(۲۹)

"اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"

آپؐ نے اختلاف رائے رکھنے والوں کی بات ہمیشہ پورے عزم و حوصلہ سے سنی اور اگر رائے دہندہ کی رائے مبنی بر حق ہوتی تو اس پر عمل درآمد میں کبھی پس وپیش سے کام نہیں لیا۔ جنگ احد کے موقع پر آپ کی اور معمر و جلیل القدر صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر جنگ نہ کی جائے۔ آپؐ نے دیکھا کہ اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اسی کے مطابق عزم جنگ کیا اور ہتھیار بندی کیلئے ہجرہ میں تشریف لے گئے اس دوران معمر صحابہؓ نے نوجوانوں کو عار دلائی کہ تم نے پیغمبر کی رائے کا لحاظ کیئے بغیر آپ کو تکلیف میں ڈالا یہ سن کر نوجوان متاثر ہوئے اور معذرت کیلئے حجرہ کے سامنے جمع ہو گئے۔ آپؐ باہر آئے ان کی معذرت سنی تو فرمایا "عزم کے بعد اب نبیؐ کی شان نہیں ہے کہ مقصد حاصل کیئے بغیر غیر مسلح ہو جائے چلو اب مدینہ کے باہر ہی میدان جنگ قائم ہوگا"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ؐ نے صحابہ کرامؓ کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنی بات بلا ٹوک کہیں چنانچہ آپ ؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کسی نے کہا کہ ''تقسیم غنیمت مرضی الٰہی کے خلاف ہوئی ہے''۔ بات بہت سخت تھی مگر آپ ؐ نے معاف کر دیا، کسی اور کی آواز آئی کہ۔ ''آپ ؐ نے نے عدل سے کام نہیں لیا''۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ پھر کہنے والے سے کوئی باز پرس نہ ہوئی

اسی طرح ایک غزوہ میں آپ ؐ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ فلاں فلاں مقام پر قیام کریں اور پڑاوڈالیں۔ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ارشاد وحی سے ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا میری ذاتی رائے ہے، صحابی نے عرض کیا تو پھر یہ منزل مناسب نہیں اس کے بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہوگی چنانچہ اس رائے پر عمل کیا گیا

عہد نبوی کا واقعہ ہے کہ آپ ؐ نے مدینہ کے باغبانوں کو کھجور کی کاشت کے متعلق مشورہ دیا جب لوگوں نے اس پر عمل کیا تو مفید ثابت نہ ہوا آپ ؐ سے دریافت کیا گیا تو آپ ؐ نے فرمایا ''میں نے تو اندازہ سے بات کہی تھی تم میری ان باتوں کو نہ لو جو گمان اور رائے پر مبنی ہوں۔ ہاں خدا کی طرف سے کچھ بیان کروں تو اسے لے لو کیونکہ میں نے خدا پر کبھی جھوٹ نہیں باندھا''

عہد نبوی کا ایک اور واقعہ ہے۔ ابو ہریرہؓ کی ایک لونڈی تھی جو اپنے شوہر سے متنفر ہوگئی مگر شوہر اس کا عاشق زار تھا۔ وہ اس کے پیچھے روتا پھرتا تھا۔ نبی کریمؐ نے اس سے کہا تو شوہر سے رجوع کر لیتی تو اچھا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''یارسول اللہ کیا آپ ؐ حکم دیتے ہیں؟ آپ ؐ نے جواب دیا نہیں بلکہ سفارش کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر یہ سفارش ہے تو میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی۔ مندرجہ بالا واقعات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ کی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے آپ ؐ نہ صرف خود کفار مکہ کے سامنے ببانگ دہل کلمہ توحید بلند کرتے رہے بلکہ دوسروں کو بھی اس بات کی تلقین کی کہ نیکی اور حق بات کے پھیلانے میں کسی کی پرواہ نہ کی جائے (۳۰)

امامہ باہلی سے روایات ہے ایک قریشی نوجوان آپ ؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے زنا کی اجازت دیں اس غلط سوال پر صحابہؓ نے سرزنش شروع کر دی آپ ؐ نے فرمایا کہ نزدیک آؤ پھر سوال کیا کہ تم اس عمل کو اپنی والدہ کیلئے پسند کرو گے؟' کہنے لگا واللہ نہیں' فرمایا لوگ بھی اس کو پسند نہیں کریں گے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر پوچھا کہ کیا اپنی بیٹی کیلئے پسند کرو گے؟ جواب دیا نہیں، فرمایا لوگ بھی اپنی بیٹیوں کیلئے پسند نہیں کریں گے اسی طرح بہن پھوپھی اور خالہ کا ذکر کیا نوجوان یہی جواب دیتا رہا حضورؐ نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر رکھا اور اس کے لئے دعا کی اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا (۳۱)

قبیلہ سعد بن بکر کے حضرت ضمام بن ثعلبہ نے مجلس نبویؐ میں آ کر کہا۔

انی سائلک فمشدد علیک فی المسئلة فلا تجد علی فی نفسک

میں آپ سے سوال کروں گا اور سوال میں شدت کروں گا اس لئے آپ دل ہی دل میں مجھ سے خفا نہ ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا۔ سل عما بدالک تم جو چاہو سوال کرو (۳۲) ایک اعرابی نے رسول اللہؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! جنت میں اپنے کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے بنیں گے؟ یہ سن کر حاضرین مجلس ہنسنے لگے، آپؐ نے ان سے فرمایا مم تضحکون؟ من جاھل یسأل عالماً۔ اس بھولے بھالے بدوی سے نہایت شفقت کے ساتھ کہا۔

لا، یا اعرابی، ولکنھا تشقق عنا ثمار الجنة (۳۳) "نہیں اے اعرابی، بلکہ جنت کے پھل پھٹ جائیں گے اور ان میں سے کپڑے نکلیں گے۔"

حاضرین مجلس حضورؐ سے دینی امور کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور ان کے جوابات دیتے تھے۔ حضرت مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں نے ایک بات آپؐ سے سنی ہے جس کے بارے میں تردد ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

اذا شک احدکم فی الامر فلیسئلی عنه ۔ "جب تم میں سے کوئی کسی بات میں شک کرے تو مجھ سے پوچھ لے"

اس کے بعد مقداد بن اسود نے اپنا شک بیان کیا اور آپؐ نے ان کو تسلی بخش جواب دیا (۳۴)

ایک مرتبہ صحابہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے زیادہ محترم و مکرم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا سب سے محترم یوسف بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔ صحابہؓ نے عرکیا، یہ بھی ہمارا مطلب نہیں ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپؐ نے فرمایا کہ تب تم لوگ مجھ سے معاون غرب (اعیان واشراف) کے بارے میں سوال کر رہے ہو؟ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا وعلموا احکام الشرع۔ یعنی جولوگ زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اچھے ہیں جب کہ وہ لوگ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور شریعت کے احکام سیکھیں (۳۵)

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ، پھر ابوذر غفاریؓ نے پوچھا کہ کیسا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو اپنے آقا کے نزدیک محبوب اور گراں قیمت ہو۔ ابوذرؓ نے کہا کہ اگر میں ان میں سے کسی عمل کی استطاعت نہ رکھوں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا تم کسی بیکس کی مدد کیا کرو، یا کسی نوآموز کا کام کرو، ابوذر نے کہا کہ میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپؐ نے فرمایا تم اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھو۔ یہ ایسا صدقہ ہے جو تم خود اپنے اوپر کروگے (۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا کہ اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ (۳۷)

اظہار رائے میں مشورہ کا حق شامل ہے۔ مملکت کے انتظام کے سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرنا عام شہریوں کا حق ہے اور حکمراں کو بھی مشورے لینے کا پابند کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں نبی کریمؐ سے فرمایا گیا: وامرھم شوریٰ بینھم (۳۸)

اسلامی ریاست میں مسلمانوں کے اجتماعی معاملات آپس کے مشورہ سے طے کئے جاتے ہیں۔ گویا ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ ملکی نظم ونسق کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ جب اس سے کوئی مشورہ طلب کیا جائے تو غور وفکر اور سوچ سمجھ کر مشورہ دے۔ آپؐ نے فرمایا المستشار مؤتمن (۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسی بہت سے مثالیں ملتی ہیں آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے رائے لی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اظہار رائے کی آزادی سیرت خلفاء راشدینؓ کے تناظر میں

خلفائے راشدین کے دور میں لوگوں کو ان پر تنقید کرنے اور اظہار رائے کی مکمل آزادی تھی۔ یہ حضرات خود بھی مختلف مواقع پر لوگوں سے براہ راست مل کر ان کی رائے معلوم کرتے رہتے تھے۔ ہر روز پانچ مرتبہ نماز باجماعت میں، ہر ہفتہ جمعہ کے اجتماع میں، ہر سال عیدین اور حج کے اجتماعات میں ان کو قوم سے اور قوم کو ان سے سابقہ پیش آتا تھا (۴۰)

حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد پہلے خطبہ میں یہ بات کہہ دی تھی ''اگر میں کتاب وسنت کی پیروی نہ کروں تو لوگوں پر میری اطاعت لازم نہیں''

حضرت عمرؓ کا عہد آزادی اظہار کے حوالے سے زریں عہد تھا۔ آپؓ کا دستور تھا کہ جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کرتے اور ہر شخص آزادی سے اپنی رائے دے سکتا تھا'' آپؓ نے اسلامی حکومت میں عمومیت (Democracy) کی روح ڈالی'' (۴۱)

ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ اتق اللہ یا عمر یعنی اے عمر خدا سے ڈر۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کو روکا کہ بس بہت ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''نہیں کہنے دو، اگر یہ لوگ نہ کہیں تو بے مصرف ہیں اور نہ مانیں تو ہم'' (۴۲)

بھرے مجمع میں ایک صاحب نے ان کا محاسبہ کیا کہ سب کے حصہ میں ایک چادر آئی ہے جس سے پورا کرتا بھی نہیں بنتا، طویل القامت ہونے کے باوجود آپؓ کا کرتا کیسے بن گیا؟ حضرت عمرؓ نے اسی وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کی شہادت پیش کرائی کہ دوسری چادر انہوں نے اپنے والد کو مستعار دی تھی (۴۳)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ ممبر پر تشریف فرما تھے اور کہا ''اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے نکال کر بولا ''تمہارا سر اڑا دیں گے'' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں غلط ہوں گا تو مجھے سیدھا کر دیں گے (۴۴)''

حضرت عثمانؓ بھی اپنے دور حکومت میں لوگوں کی تنقید اور اعتراضات کا خندہ پیشانی سے جواب دیتے رہے اور کسی کا منہ بند کرنے کی کوشش نہ کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوفہ میں حضرت علیؓ کے سامنے پانچ آدمی گرفتار کر کے لائے گئے کہ وہ امیر المومنین کو گالیاں دے رہے تھے اور ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ انہیں قتل کر دوں گا۔ حضرت علیؓ نے انہیں رہا کرنے کا حکم دیا۔ کہا گیا یہ تو آپؓ کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''تو کیا بس ارادہ ظاہر کرنے پر میں اسے قتل کر دوں'' کہا گیا کہ یہ لوگ آپؓ کو گالیاں دے رہے تھے۔ فرمایا: ''چاہو تو تم بھی انہیں گالیاں دے سکتے ہو'' (۴۵)

اظہار رائے کی آزادی صرف خلفاء راشدین ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ تاریخ کے تمام ادوار میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

ہارون الرشید ایک بار خطبہ دے رہا تھا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: خدا کی قسم! تم نے نہ مال کی تقسیم برابر کی اور نہ تم نے عدل و انصاف سے کام لیا۔ بلکہ اس کے بجائے فلاں فلاں برائیاں کیں۔

ہارون نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ نماز کے بعد قاضی ابو یوسفؒ کو طلب کیا گیا۔ ہارون نے ان سے کہا کہ اس شخص نے آج ایسی گفتگو کی ہے کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ ہارون سخت غصہ میں تھا اور گرفتار ہونے والا شخص جلادوں کے درمیان کھڑا تھا۔ قاضی صاحب نے نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کی مثالیں پیش کر کے بڑی جرأت سے کہا ''آپ اسے سزا نہیں دے سکتے'' اسوۂ حسنہ کا حوالہ سامنے آتے ہی ہارون کا غصہ جاتا رہا اور اس نے اس شخص کو فوراً رہا کر دیا (۴۶)

امام غزالیؒ نے عید کے روز جب جشن منایا جا رہا تھا اور لوگ زمین بوس ہو کر نذرانے پیش کر رہے تھے، بھرے دربار میں والی خراسان کو پکار کر کہا ''ایوب! خدا کو تم کیا جواب دو گے جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو مصر کی سلطنت اس لئے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے''؟ بادشاہ نے پوچھا ''کیا یہ واقعہ ہے''؟ شیخ نے بلند آواز سے کہا ''ہاں'' فلاں میخانے میں شراب آزادی سے بک رہی ہے، دوسرے ناگفتہ کام ہو رہے ہیں اور تم یہاں داد عیش دے رہے ہو؟ بادشاہ نے فوراً شراب خانہ بند کرنے کا حکم دیا (۴۷)

کسی بھی مہذب معاشرہ میں انسانی حقوق اور آزادیوں کو تہذیب کے دائرہ میں رکھنا ضروری ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے ۔ اسلام میں بھی اظہار رائے کی لا محدود آزادی نہیں ہے بلکہ اس پر چند قانونی و اخلاقی پابندیاں عائد کی گئی ہیں ۔ بقول ایک مفکر محض اظہار رائے تو نہایت ناروا بھی ہوسکتا ہے، فتنہ انگیز بھی ہوسکتا ہے، اخلاق اور دیانت اور طعن کرنے والا، کسی پر لعنت بھیجنے والا، فحش گوئی کرنے والا، اور بدتمیزی کرنے والا مومن نہیں

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ان حدود و قیود کے ساتھ اسلام نے اظہائے رائے کی مکمل آزادی دی ہے اور یہ حدود بھی معاشرہ اور فرد کے مفاد و مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عائد کی گئی ہے ۔ تاہم ان حدود میں رہتے ہوئے آزادی اظہار رائے کو اسلامی ریاست میں کوئی حکومت روک نہیں سکتی جب تک کہ عملاً کسی باغیانہ سرگرمی کا مظاہرہ نہ ہو

ذرائع ابلاغ کی دینی اہمیت وضرورت

اسلام میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کی دینی اہمیت وضرورت کی حسب ذیل بنیادیں ہیں!

ا ۔ دین اسلام پوری دنیا اور تمام نوع انسانی کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق و مالک اور پالنہار ہے، اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی ذات واحد کی گواہی دیتا ہے ۔

۲ ۔ اس دین کو جو بھی قبول کرتا ہے اس کے ذمہ اس پیغام حق کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے، اپنے اپنے زمانہ میں تمام انبیاءؑ اور رسولوں نے یہ فریضہ انجام دیا ہے، قرآن اور حدیث نبویہ سے اس کی پوری تائید ہوتی ہے،

۳ ۔ آخری نبیؐ، ان کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے داعیوں کا کام دین کو لوگوں تک پہنچانا ہے

۴ ۔ اسلام کا پیغام انسانیت کو نہ پہنچانا معصیت کا باعث ہے، اس لئے کہ ایک طرح سے وہ کتمان علم کے حکم میں آتا ہے، ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ آخری سانس تک دین کا پیغام پہنچاتا رہے،

صحافت، ذرائع ابلاغ اور دعوت: قرآن کریم میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کا مفہوم ادا کرنے کیلئے کسی لفظ کا انتخاب کیا گیا ہے تو وہ ''دعوت'' کا لفظ ہے، اور اس کا کوئی بدل نہیں، اس تعبیر سے قرآن مجید ذریعہ ابلاغ اور اسلام کی تعریف وتعارف کا کام لیتا ہے، قرآن کریم نے دعوت کی تعبیر کو مندرجہ ذیل مقامات پر استعمال کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادع إلى سبيل ربك بالحكمة......يا ايها الذى آمنوا ا ستجيبو الله وللرسول إذا دعاكم لما يحييكم...... ولتكن منكن أمة يدعون إلى الخير...... قال نوح رب إني دعوت قومي ليلا۔

اس قرآنی لفظ سے جو حقیقت نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اہل علم کو چاہئے کہ لوگوں کو اسلام کی اور اللہ کے دین کی دعوت دیں، دعوت کی تعبیر میں زیادہ عمومیت اور جامعیت اور داعیوں کی دعوتی اور عملی سرگرمیوں کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ اور یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ قول وعمل میں ہر لمحہ رواں دواں ہیں، بالفاظ دیگر دعوت کے حسب ذیل مفاہیم واضح ہوتے ہیں۔

(الف) دعوت کی تعبیر میں پیغام رسانی، یا متعین اور محدود و معروف اشخاص تک ندا کو پہنچانا شامل ہے، اس تعبیر میں رہنمائی و توجیہ کی صفت پائی جاتی ہے، اس کے ساتھ مدعو کی نفسیات سے واقفیت بھی داخل ہے تاکہ دعوت کی کامیابی کی زیادہ ضمانت ہو۔

(ب) دعوت کی تعبیر مین مدعو کے تیئں داعی کی ذمہ داریاں بھی داخل ہیں، وہ ذمہ داری یہ ہے کہ داعی کو اپنی دعوت اور پیغام پر پورا یقین اور عقیدہ ہو۔ اور اس کی عقل، قلب اور رگ وریشہ میں وہ سرایت کر جائے، اس لئے وہ دعوتی تقاضے سے مجبور ہو کر دوسروں تک یہ پیغام پہنچانے پر مجبور ہو جاتا ہے تاکہ دوسرا شخص بھی اس روشنی سے مستفید ہو جس نے دل و دماغ کو روشنی بخشی ہے۔

(ج) دعوت کی تعبیر میں پیروی ومتابعت ونگرانی کا مفہوم بھی شامل ہے، تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ دعوت و پیغام کا ردعمل دوسروں پر کیا رہا۔ اور کس حد تک اس نے اپنا کام کیا، اور اس تاثیر کی نوعیت وکیفیت کیا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی دعوت ناکام ثابت ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ دعوت میں مسلسل سرگرمی وجدوجہد، مسلسل حرکت وزندگی کا مفہوم شامل ہے، دور جدید کی اصطلاح میں 'ڈائنامک' تحریک اور مسلسل انتھک جدوجہد سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس اصطلاح کی تعبیر اس طرح سمجھی جاسکتی ہے۔

میڈیا کی تاثیر کے تین شعبے ہیں تکرار ۔ جدت ۔ یاددہانی

۱۔تکرار و اعادہ: پیغام کو دوسروں تک نئے نئے اسالیب میں پہچانا، اور اس کے تسلسل واعادہ کا مطلب یہی ہے کہ حالات وواقعات کے اعتبار سے اس پیغام کو نئے اور انوکھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلوب میں اس طرح پیش کرنا کہ اس پیغام میں غیر معمولی قوت و تاثیر آ جائے، پھر جب کوئی موقع مناسب آئے اس کو غنیمت سمجھ کر اچھوتے انداز میں اس کو پیش کر دے تا کہ سامعین وقاری کو نئی چیز معلوم ہو

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی زندگی سے متعلق بہت سی بنیادی ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کے عقیدے کا جزء لاینفک ہو جاتی ہیں، ان کا اعادہ و تکرار ضروری ہوتا ہے، مثال کے طور پر پولیو اور دوسرے امراض سے حفاظت کیلئے انجکشن دلانے کا مسئلہ ہے جس پر وقتاً فوقتاً میڈیا کے ذریعہ روشنی ڈالی جاتی ہے، اسی طرح اسلامی شریعت سے متعلق احکامات ہیں، روزہ، حج، زکوۃ، نماز، قربانی وغیرہ کے مسائل کو ہمیشہ نئے نئے ڈھنگ سے موثر طریقہ سے پیش کرنا، قرآن واحادیث کے اسالیب دعوت میں تکرار و اعادہ اور اچھوتے انداز میں پیغام پر زور دینا شامل ہے

۲۔ جدت طرازی: اس ذیلی عنوان سے ہی یہ معنی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ایک خیال سے دوسرا نیا خیال اخذ کرنا دونوں کے درمیان ربط و تعلق ہے، مثال کے طور پر توحید کے موضوع پر روشنی ڈالنے کا مطلب شرک و کفر اور بت پرستی سے نفرت پیدا کرنا، انبیاء کی سیرت و کردار پر نئے اسلوب میں روشنی ڈالنے کا مطلب ایسی ہی سیرت ایسا ہی کردار مطلوب ہے، مہذب انسان بننے کی دعوت کا مطلب جہالت اور ناخواندگی کو ختم کرنا، معاشرہ میں منظم زندگی گزارنا، ماحول کو گندگی سے دور رکھنا، شہری قوانین و نظام کی پابندی کی دعوت یہ سب امور اسی میں داخل ہیں

۳۔ یاد دھانی یا تذکیر: یاد دہانی کا مطلب افکار و خیالات کو نئے انداز میں یاد دلانا انسانی ذہنوں میں ان کو از سر نو تازہ کرنا، اس لئے کہ اچھے افکار و خیالات اور پاکیزہ عقائد و دعوت کا تعلق کسی مناسبت یا موسم یا زمانہ سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان افکار وعقائد کی زندگی کا تعلق مسلسل تذکیر و یاد دہانی سے رہتا ہے، جیسا کہ قرآنی ارشاد ہے: وذکر فإن الذکریٰ تنفع المومنین، یاایھا الذین آمنوا آمنوا، اسی طرح تذکیر و یاد دہانی کی نفسیاتی بنیاد اس پر ہے کہ انسان خطاء اور نسیان سے مرکب ہے، وہ بہت جلد بھول جاتا ہے، اس لئے اسے حقائق کو یاد دلانا اور فرائض کی طرف اس کی توجہ مبذول کرنا حکمت و دانشمندی کا تقاضا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات بڑی عجیب ہے قابل افسوس بھی کہ اس دور میں اگر آپ اسلام کے محاسن وفضائل بیان کریں تو لوگ اس کو سننے میں حقارت سے یہ کہہ کر مسترد کر دیں گے کہ یہ پروپیگنڈا ہے، ہم دین کے پیغام کو میڈیا کے ذریعہ پہنچائیں گے، اس کا تعارف کرائیں گے تو یہ پروپیگنڈا سے موسوم نہیں کیا جائیگا، اور نہ ہی ایسا ممکن ہے اس لئے پروپیگنڈا اور دعوت کے درمیان بنیادی فرق کو سمجھ لینا چاہیے مشہور مصنف لاسوئیل، پروپیگنڈا اور اس کی سرگرمیاں، نامی کتاب میں لکھتے ہیں، کہ پروپیگنڈا حیلہ سازی کا دوسرا نام ہے، ایک دوسرا مصنف پروپیگنڈا کے سلسلہ میں اپنے تجربات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اشارات ورموز کے استعمال سے افراد یا جماعتوں نے اپنے مقصد کے حصول کی منظم کوشش کی ہو، تاکہ ہوا اپنے ہی جیسے افراد یا جماعتوں کے نقطہائے نظر پر غالب رہ سکیں، ایک دوسرا امریکی محقق برٹنر کہتا ہے کہ پروپیگنڈا در اصل حملہ آور ہتھیار ہے نہ کہ دفاعی اسلحہ، اس کے اندر اس بات کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ بہت آسان طریقہ سے رائے کو تبدیل کر دے، ایک ماہر نفسیات لکھتا ہے، کہ پروپیگنڈا مکروہ فریب اور حیلہ سازی کا دوسرا نام ہے۔

پروپیگنڈا کا دوسرا رخ یا اس کا سرچشمہ یہ ہے کہ جن مصالح اور مفاد پر ان کا انحصار ہے اور جو وسائل وذرائع اس میں استعمال کیے جاتے ہیں، اور جو مفاہیم انکے ذریعہ پھیلائے جاتے ہیں، اور وہ نتائج جو اس پروپیگنڈا سے متاثر ہونے والوں پر مرتب ہوتے ہیں

ان مندرجہ بالا تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ پروپیگنڈا ایک ایسا عمل اور کارروائی ہے جس کے ذریعہ قاری یا سامع یا پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے کی ذہنیت کو ایک مرکزی نقطہ نظر پر جمع کر دیا جا ئے، یا بالفاظ دیگر ذہن وفکر کی دھلائی یا برین واشنگ کا کام کیا جائے، اور انہیں ان تمام گندگیوں اور غلاظتوں کو پورے طور پر قبول کرنے کیلیئے تیار کر دیا جائے جو پروپیگنڈا کے ماہرین قاری اور سامع کی عقلوں اور ذہنوں کو مشکوک وملحدانہ افکار وخیالات اور ناکام سیاسی نظریات سے بھرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ذوق سلیم، حقائق وواقعات، احترام آدمیت سے ان کو ادنیٰ اور ذرہ برابر بھی تعلق نہیں اگر جھوٹے پروپیگنڈا کے بجائے اصل حقائق ہوتے اور صحیح وپاکیزہ افکار وعقائد ہوتے تو پھر پروپیگنڈہ کرنے والوں کو اس کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ زہریلے، جھوٹے اور حقائق سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عاری ہو کر سستے پروپیگنڈا کا سہارا لیں، اور وہ اس کے ذریعہ لوگوں کی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ دیں، اور عقلوں پر دبیز پردہ ڈال دیں، تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ پروپیگنڈہ کی عمر زیادہ نہیں ہوتی، جلد یا بدیر حقائق سے پردے اٹھتے ہیں لوگ دن کے اجالے میں ان حقائق کا مشاہدہ کر لیتے ہیں جن پر پروپیگنڈا کے ماہرین نے چکنی چپڑی باتوں اور چاپلوسی کا خول چڑھا رکھا تھا، یہ شاندار وعدے، اور سنہرے خواب کے بلند و بالا محلات ریت کی دیوار ثابت ہوتے ہیں، اور اسی طرح تیزی سے گرتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں، جرمنی کے گوئبلز کے سارے پروپیگنڈے کا کیا حشر ہوا، ستر سال کے بعد اشترا کی روس کی آہنی دیوار یں کس طرح زمیں بوس ہو گئیں، موسولینی، نپولین اور ہٹلر کے پروپیگنڈے کا کیا حشر ہوا، یہ سب کل کی باتیں ہیں، ہٹلر جب اسٹیج پر آتا تھا تو اسٹیج پر آتے ہوئے دل و دماغ اور اعصاب کو ہیجان میں مبتلا کرنے والے نغمے بجائے جاتے، اسٹیج پر تقریر کے دوران خاص جملوں اور تعبیرات پر روشنی ڈالی جاتی تھی اشتعال انگیزی کے وہ سارے ہتھیار اختیار کیے جاتے تھے جن سے سامعین مشتعل ہو جائیں۔

پروپیگنڈا کا مطلب حقائق کو الٹ دینا، عوام کو دھوکہ میں مبتلا کرنا اور مفاد کے وسیع تر مصالح کے خاطر بلند و شریفانہ مقاصد کے حصول سے دلچسپی نہ لینا یہ سب باتیں اسلامی میڈیا کے مفہوم یا اسلامی دعوت کے دائرہ سے قطعی طور پر خارج ہیں، اس لئے ایک مسلمان صحافی کا بنیادی مقصد اور اس کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے متعلق صحیح افکار و خیالات اور اس کے صحیح و سچے عقائد و تعلیمات پیش کرے نہ کہ دین و شریعت کے حقائق کو مسخ کر کے لوگوں کو بتائے (۵۴)

مسلمان صحافی کی ذمہ داریاں

ہر کام کو اگر اس کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے کیا جائے تو وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کیلئے بھی نافع بن جاتا ہے۔ آداب کا خیال رکھے بغیر کئے جانے والے کام ہمیشہ پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ اس دور میں ذرائع ابلاغ نے جو ترقی کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ ذرائع ابلاغ کی ترقی ہی کا کمال ہے کہ دنیا کے آخری کونے میں ہونے والا کوئی واقعہ تھوڑی ہی دیر میں خبر بن کر دنیا بھر میں پہنچ جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام قطعاً اس ترقی کا مخالف نہیں ہے، لیکن اس ترقی کے ساتھ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام تر نعمتیں اس کی اطاعت میں رہتے ہوئے استعمال کی جائیں۔ بدقسمتی سے مغرب نے میڈیا کی ترقی کو اس رنگ میں ڈھالا کہ یہ ترقی اللہ کی رضا کے بجائے شیطان کی خوشنودی کا باعث بن گئی۔

صحافتی ترقی جسے انسانیت کے اخلاق و کردار کی درستگی کیلئے استعمال کیا جاتا تھا بدقسمتی سے یہود و نصاریٰ نے اسے انسانیت کے اخلاق کو تباہ کرنے کیلئے استعمال کیا۔ مغربی میڈیا کے اثرات آج مسلم دنیا میں بھی پوری طرح سرایت کر چکے ہیں۔ اس دور میں اسلامی سوچ اور امت کا درد رکھنے والے صحافیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اس مغربی یلغار کو روکیں، مغربی اثرات سے پاک اخبارات اور جرائد مسلمانوں کیلئے نعمت عظمیٰ ہے۔ مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان اخبارات اور جرائد کو عام کریں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس نور سے مستفید ہوں

اصلاح نیت: نیکی کا کوئی بھی کام اگر اچھی نیت کے ساتھ انجام دیا جائے گا تو تھوڑا سا عمل بھی ذریعہ نجات بن جائے گا، اس کے بغیر عمل کے پہاڑ بھی کسی کام کے نہیں، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس مصنفین، خطباء اور مدرسین حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو تلقین فرماتے ہوئے کہا کہ اپنا کام شروع کرنے سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنی نیت درست کرلیا کرو۔ گھر کے کمرے میں کسی نے روشن دان رکھا اور نیت کی کہ اس سے اذان کی آواز آئے تو یہ روشن دان ہوا دینا بند نہیں کر دیگا۔ بلکہ یہ روشن دان جہاں ہوا کا باعث ہوگا وہاں اللہ کی رضا کا باعث بھی بن جائے گا، اگر آج اہل صحافت اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے اس کی نیت کرلیں کہ ہم معاشرہ سے فحاشی، عریانی اور دوسری برائیوں کو مٹانے کیلئے اپنا کردار ادا کریں گے تو یہ کام نہ صرف دنیاوی فوائد کا باعث ہوگا بلکہ ذریعہ نجات بھی بن جائے گا۔

قلم کے تقدس کا خیال رکھا جائے: قلم کا تذکرہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ یہی وہ مقدس قلم ہے جس کے ذریعہ صحابہ کرامؓ، محدثین، آئمہ کرام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور علماء کرام نے قرآن وسنت کے علوم کو عام کیا قلم سے آپ جو بھی لکھنا چاہیں وہ انکار نہیں کریگا لیکن سوچنا یہ ہے کہ ہم اس کو درست سمت استعمال کر کے اپنے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی کا سبب بنا سکتے ہیں۔اس کا غلط استعمال ہمیں نہ صرف دنیا میں رسوا کرے گا بلکہ آخرت میں بھی درد ناک عذاب کا باعث ہوگا۔اسلام ہر حال میں ہمیں سچ کہنے اور سچ لکھنے کا حکم دیتا ہے لیکن دوسری طرف مغربی صحافت نے جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز قرار دے کر جھوٹ کی صحافت کو فروغ اور قلم کے تقدس کو پامال کیا ہے۔یہی حال اب مشرقی صحافت کا ہے اہل اسلام میں سے جن کو اللہ رب العزت نے لکھنے کی سعادت سے سرفراز فرمایا ہے یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ سچ کی صحافت کو فروغ دیں۔اگر تم نے قلم کے تقدس کا خیال نہ کیا تو کل قیامت کے دن اللہ رب العزت انسانی اعضاء کو بھی بولنے کی قوت عطا فرمائیں گے۔اور ہر انسانی اعضاء ان سے سرزد ہونے والے گناہوں پر گواہی دیں گے، ہوسکتا ہے کہ اس روز قلم سے جھوٹ لکھنے والوں کے خلاف قلم کو بھی بطور گواہ پیش کیا جائے۔اس روز کی شرمندگی سے بچنے کیلئے بہتر ہے کہ آج ہی اس کے تقدس کا خیال رکھا جائے حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ ''سچ نجات اور جھوٹ ہلاکت کا باعث ہے'' ایک حدیث میں آپ ؐ نے فرمایا: ''تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں'' ۱۔جب بات کرو تو سچ بولو۔۲۔جب وعدہ کرو تو پورا کرو ۳۔امانت رکھی جائے تو ادا کرو ۴۔شرمگاہوں کی حفاظت کرو ۵۔نظر کی حفاظت کرو ۶۔ہاتھوں کو (ناجائز کام سے) روکو۔'

زرد صحافت سے بچا جائے :دولت کی چمک دیکھ کر وہ کچھ عوام کے سامنے پیش کرنا جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔زرد صحافت کہلاتا ہے۔یہ بھی مسلمانون کے لئے مغربی میڈیا کا تحفہ ہے۔بدقسمتی سے آج ہمارے ہاں بھی ایسے صحافیوں کی کمی نہیں جو ڈالروں کی چمک دیکھ کر وہ کچھ کرتے ہیں جن کی نہ تو شریعت اور نہ ہی ملکی قوانین اجازت دیتے ہیں۔راتوں رات امیر بننے کا خواب دیکھنے والے صحافی اس کا شکار ہوجاتے ہیں، اس لئے دنیا کی محبت کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔جن کے دلوں میں خوف خدا ہوتا ہے وہ تختہ دار پر حق کہنے سے باز نہیں رہتے۔صحافتی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے لالچ اور خوف سے بالاتر ہی میدان صحافت کے اصل شہسوار کہلاتے ہیں۔ڈالروں، پلاٹوں، گاڑیوں اور کوٹھیوں کی چمک دمک پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بکنے والے ایسے ناسور ہیں کہ جنہوں نے سارے تالاب کو گندہ کر رکھا ہے۔ اگر قلم پکڑا ہے تو پھر خیال رہے کہ اسے اللہ کی رضا ہی کیلئے استعمال کیا جائے دولت کی ہوس میں اسے نیلام نہ کیا جائے۔

حیا کی پاسداری کی جائے: مغربی میڈیا کی ''بے حیائی کی یلغار'' نے مسلم معاشرہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بے حیائی کے میدان میں میڈیا کے اندر ایک دوسرے آگے بڑھنے کیلئے دوڑ جاری ہے کوئی اخبار یا رسالہ اٹھا کر دیکھ لیں کسی حکومتی یا کسی پرائیوٹ ٹی وی چینل کو آن کر کے دیکھ لیں آپ کو بے حیائی کے دلسوز مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ ہر جگہ حوا کی بیٹی کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے بے حیائی کے اس سیلاب میں ہمارا کیا کچھ بہہ رہا ہے شاید اس کا احساس نہ تو حکمراں کو ہے اور نہ ہی عوام الناس کو اس کا تدارک ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حیا اور ایمان دونوں کو یکجا کیا گیا ہے، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے'' ایک اور حدیث شریف میں حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے صحافی کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کو اس لعنت سے نجات دلانے کیلئے کردار ادا کرے۔ دینی غیرت رکھنے والا جو بھی صحافی اس نیک مقصد کیلئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا اللہ رب العزت کی طرف سے اس کیلئے پہلا انعام یہ ہوگا کہ اس کا اپنا گھر بے حیائی کی لعنت سے محفوظ ہو جائے گا

کمپنیاں اشتہار بازی کیلئے مختلف بشری کمزوریوں اور محرکات کو استعمال کرتی ہیں تا کہ صارف کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکیں۔ مثلاً جنسی کشش، حسن پسندی، رومانس، عریانیت، جدید ملبوسات، راتوں رات کروڑ پتی بننے کی خواہش، کامیابی اور برتری کا حصول، خطرے سے تحفظ، سجے سجائے گھر، بیش قیمت گاڑیاں، تفریح اور عیش کا لالچ، زیادہ منافع کمانے کا شوق، اہل خانہ کی بہبود، خوشحالی اور صحت کے نام پر خاندانی منصوبہ بندی کی تلقین اور ایسے ہی کئی دوسرے محرکات ہیں جن کو اشتہار سازی میں اس طرح برتا جاتا ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے والے غیر محسوس انداز میں اس سے متاثر ہو جائیں (۵۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی معاشرہ کو پاکیزہ قالب میں ڈھالنے کیلئے اسلام برائی اور فحاشی کے فروغ واشاعت کو قطعی حرام قرار دیتا ہے۔ ایسا کرنے والوں کو ہولناک عذاب کی خبر سناتا ہے۔ بے حیائی، فحاشی اور منکرات کا فروغ اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کی اسلامی اسکیم کیلئے زہر ہلاہل کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرے کے افراد کی امتیازی شان ان کے صالح اخلاق اور پاکیزہ زندگی ہوتی ہے۔ صاف ستھری اور ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک زندگی بسر کرنا ان کے دین وایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ اسلامی اساس پر قائم معاشرے کے افراد جس خدا پر یقین رکھتے ہیں، اس ذات کے بارے میں نبی پاک کا ارشاد ہے: ''خدا سب سے زیادہ غیرت مند ہے اس لئے اس نے بدکاریوں کو حرام کیا ہے'' اسی غیرت مند خدا نے فحش پھیلانے والی صورتوں پر وعید اس طرح سنائی ہے: ''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت کے دردناک عذاب کے مستحق ہیں''

اکثر مفسرین نے اس کی جو تشریح بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں اور ان کا اطلاق ان تمام ذرائع پر یکساں ہوتا ہے جو کسی نہ کسی صورت میں معاشرہ میں بے حیائی، اخلاق باختگی، اور فحاشی پھیلانے کا موجب بنتے ہیں، جس میں بداخلاقی کی ترغیب دینے اور اس کیلئے جذبات کو اکسانے والا وہ لٹریچر شامل ہے جس کی مقبولیت کا انحصار ہی شہوانی محرکات ہیں اور اس میں وہ ڈرامے، گانے، اشعار، تصاویر اور اشتہارات بھی شامل ہیں جنہیں جنسی عریانیت کے مظاہرے سے پرکشش اور جاذب نظر بنایا جاتا ہے۔

قوم کے اصلاح یافتہ ہونے کی برکات سے جس طرح ہر فرد مستفید ہوتا ہے اسی طرح اگر قوم کا اخلاق بگڑ جائے اور شرم وحیا کی چادر تار تار ہونے لگے تو بدی کی قوتیں اپنے پنجے قوم کی اخلاقی شہ رگ میں اس طرح گاڑ لیتی ہیں کہ کوئی بھی فرد ان سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فحاشی کی اشاعت کرنے والوں پر نہ صرف آخرت میں بلکہ اس دنیا میں بھی ہولناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ہمارے دین کی برائی کی باتوں، فواحش کے بیان اور اظہار کی ہر صورت کو ناجائز قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا تذکرہ اور چرچا کسی بہانے، کسی عنوان سے ہو، فساد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راستہ کو ہموار کرتا ہے۔ افراد اس سے آشنا اور مانوس ہونے لگتے ہیں۔ یوں ان کے دل میں برائیوں سے نفرت میں کمی اور بدی کی طرف ترغیب اور تحریص بڑھتی ہے۔ جبکہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے: ''بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی''یعنی حیا اور شائستگی اور تہذیب کا تقاضا ہے کہ ہماری کسی تقریر، تحریر اور فعل میں بین السطور بھی بے حیائی کا شائبہ نہ پایا جاتا ہو۔ جن باتوں کے بیان میں فطری حیا مانع ہوتی ہے ان کو بھی کھلم کھلا بیان کرنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی ایسی باتوں کا ذکر ہے ان کے لئے کنائے استعارے کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے جن کو پڑھ کر احساس حیا کوئی گرانی محسوس نہیں کرتا چنانچہ اسلام نے بے حیائی اور فحاشی کا ہر وہ در بند کرنے کی کوشش کی ہے جہاں سے اس کی اشاعت اور چرچے کا ذرہ بھی احتمال ہو۔ اسلام خواتین کو زمانہ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کی نمائش سے روکتا اور انہیں مستور رہنے کا حکم دیتا ہے مگر اشتہاری کمپنیاں تمام اخلاقی تعلیمات کو فراموش کرتے ہوئے ان کو اس طرح پیش کرتی ہیں کہ ان کے جسمانی خدوخال مزید نمایاں ہو جاتے ہیں۔ محض اپنی پراڈکٹ کی سیل بڑھانے کیلئے عورت کے تقدس کو مجروح کرتے ہوئے لوگوں کے سفلی جذبات کی تسکین کا سامان مہیا کرنا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے۔ آخر نسوانیت کو سر بازار فروخت کرنے کا عمل کب تک جاری رہے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ اشتہارات میں صنف نازک کا بے حساب اور بے حجابانہ استعمال ایسی شرمناک حرکت ہے جس کا نہ کوئی فنی جواز ہے اور نہ اخلاقی۔ ہمارا آفاقی مذہب، ہماری بے مثال تہذیب اس بے راہ روی اور اخلاقی باختگی کی اجازت نہیں دیتے۔ جو افراد اور ادارے اس دوڑ میں ملوث ہیں ان کا مقصد اور محرک ہماری اسلامی معاشرتی اقدار اور خوبصورت خاندانی نظام کو زک پہنچانا اور ہمیں بے حیائی کی دلدل میں ڈبو دینا ہے

ہمارے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر دکھائے جانے والے اشتہارات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے ہے کہ ہم اس دین کے ماننے والے جس میں حیا ایمان کا حصہ ہے، جن کا رب خود با حیا ہے اور حیا دار بندوں کو پسند فرماتا ہے، بے حیائی کی ترویج و اشاعت کو حرام قرار دیتا ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں عذاب کی وعید سناتا ہے۔ آخر بے حیائی کا یہ سیل بلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہاں جا کر رکے گا؟

آج کل کے اشتہارات صرف ظاہری پہلو سے ہی مذہبی تعلیمات اور معاشرتی اقدار کی نفی نہیں کرتے بلکہ معنوی اعتبار سے بھی ان میں کئی خرابیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں تمام اشتہار ساز کمپنیاں اپنی مصنوعات کی فروخت کیلئے نہ صرف سچائی، دیانت، امانت اور خیر خواہی جیسے پاکیزہ اصولوں کو پامال کرتی ہیں بلکہ جھوٹ، دھوکا، ریب، مبالغہ آرائی اور ظاہری خوشنمائی کے ہتھیاروں سے کام لیتے ہوئے صریح خیانت کی مرتکب ہوتی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو اور وہ تم کو اس بات میں سچا جانے حالانکہ تم نے اس سے جھوٹ بولا ہے" مثلاً اسلام اس بات کی ممانعت کرتا ہے کہ اپنے مال تجارت کی مبالغہ آمیز تعریف کی جائے اور اس کی وہ خوبیاں بیان کی جائیں جو اس کے اندر موجود نہ ہوں یا ایسی صفات کا تذکرہ کیا جائے جو بظاہر اس میں نظر نہ آئیں، جو خلاف حقیقت، مبالغہ آمیز اور انہونی معلوم ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت بڑھانے والوں سے قیامت کے دن کلام نہ کرے گا نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا" پھر مصنوعات کی تشہیر اور فروخت کیلئے مبالغہ آرائی اور فریب کے ساتھ انعامات دینے کا رجحان بھی نہایت خطرناک شکل اختیار کر گیا ہے۔ مصنوعات خواہ کیسی بھی ہوں، اس کو خریدنے کی ترغیب دیتے ہوئے جھوٹ سے کام لینا، حقائق سے روگردانی کرنا، کاروباری مسابقت کیلئے مبالغہ کرنا اور فروخت کیلئے بیش بہا انعامات کا جھانسہ دینا، پیشہ ورانہ بددیانتی اور صارفین کو کھلا دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

نبی اکرم کا ارشاد ہے کہ "دین سراسر خیر خواہی ہے" اور خیر خواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نہ خود کبھی مسلمان کو نقصان پہنچائے، نہ اس کا برا سوچے اور نہ کسی سے اس کی برائی سنے اور اس کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اشتہاری صنعت جذبہ خیر خواہی کی ضد ہے حالانکہ ہر صاحب ایمان کا اللہ سے یہ عہد ہے کہ وہی بات کرے گا اور کہے گا جو حق ہوگی۔

اس صورت میں اشتہار ساز کمپنیاں کسی سے معاوضہ لیکر خلاف حق بات کہتی ہیں تو یہ اللہ کا عہد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیچنے اور ضمیر و ایمان کا سودا کرنے کے مترادف ہے۔ جبکہ سورۃ نحل میں ارشاد ہوتا ہے: ''اللہ کے عہد کو تھوڑے سے فائدہ کے بدلہ میں نہ بیچ ڈالو۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو'' لیکن اپنے معمولی فائدہ کے خاطر اشتہاری کمپنیاں اپنے صارفین پر ناروا بوجھ ڈالتی ہیں۔ قیمتی اشیاء کے حصول کی خواہش اور اس کے ساتھ دیئے جانے والے بیش قیمت انعامات کی کشش انسان کو آرزوؤں کی ایسی دنیا میں لے جاتی ہے جہاں وہ اپنے حال سے بے زار دکھائی دیتا ہے۔ یہ چیز بے ضرورت اور بلا جواز خریداری کا محرک بنتی ہے جو فضول خرچی کے راستے ہموار کرتی ہے اور جب قوت خرید ساتھ نہیں دیتی تو خواہشات مایوسی اور بیچارگی کا روپ دھار لیتی ہیں اور یہ نفسانی کمزوریاں ناجائز ذرائع سے پیسہ کمانے کا سبب بن جاتی ہیں

معاشرتی برائیوں کے خلاف جدوجہد: معاشرتی برائیوں کے خلاف جدوجہد ایک صحافی کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ جب کوئی سرکاری ملازم رشوت لے کر اپنی پسندیدہ شخصیات کو مراعات دے کر دوسروں کے حقوق کو پامال کر رہا ہو، بازاروں میں ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ عوام کو بنیادی اشیاء سے محروم کیا جا رہا ہو، ناقص اشیاء فروخت کر کے عوام کی صحت کو تباہ کیا جا رہا ہو۔ تو پھر ایک محب وطن صحافی کا فرض ہے کہ وہ اس موقع پر حرکت میں آئے اور اپنے قلم کے ذریعہ ان مسائل کو حکام کے عمل میں لائے اور اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ ان کالی بھیڑوں کے خلاف ضروری کارروائی کریں۔ معاشرتی برائیوں کو دیکھتے ہوئے اگر اہل صحافت بھی دوسرے لوگوں کی طرح خاموش تماشائی کا کردار ادا کریں گے تو یہ برائیاں معاشرہ کا ناسور بن کر اسے تباہی کے دہانے پر پہنچا دیں گی۔

مغربی یلغار کو روکا جائے: میڈیا کے ذریعہ مغرب نے بہت تھوڑے عرصہ میں ہمارے معاشرہ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے اسلام سے محبت رکھنے والے لوگ اب مغرب کے دلدادہ نظر آتے ہیں اس میں بنیادی کردار میڈیا ہی کا ہے اس کے ذریعہ انہوں نے ہماری مسلمان نسل کو گمراہ کیا ہے۔ دین و ملک سے محبت رکھنے والے صحافی کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس مغربی یلغار کو رد کرنے کیلئے آگے بڑھے اور اپنی قوم کو یہ باور کرائے کہ وہ حقیقت کو فراموش کر کے مصنوعی روشنی کی طرف نہ بھاگے۔ آج ہمارے ملک کے اخبارات و جرائد اگر یہ عزم کر لیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغرب کی اس یلغار کا مقابلہ کرنا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنی قوم کے سامنے اصلی تصویر پیش نہ کر سکیں عوام الناس میں دین سے جو دوری ہو رہی ہے اور معاشرہ میں جو اخلاقی بیماریاں پھیل رہی ہیں اس کی بنیادی وجہ مغربی نظام تعلیم و طریقہ تعلیم ہے اگر ہم ان کا رخ اسلامی نظام تعلیم کی طرف کریں گے تو ضرور ہمارا معاشرہ ان برائیوں سے پاک ہو جائے گا۔ اس میں بھی بنیادی کردار ہمارے صحافی اور ہمارے میڈیا کو ادا کرنا ہے۔

نوجوانوں سے متعلق اسلامی ذرائع ابلاغ کی ذمہ داریاں

ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ سے دینی پروگرام نوجوانوں سے متعلق میڈیا پر پیش کئے جائیں، عرب اور اسلامی ملکوں میں یہ حال ہے تو غیر اسلامی ملکوں کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔
دوسرا عیب یا نقص جو ہمارے سماج میں ہے وہ یہ کہ فطری شرم و حیا اور خاندانی ماحول و تعلیم کی بنا پر نوجوانوں کا حال عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی و جسمانی تبدیلیوں اور ان کی توجیہ و تشریح سے بے خبر ہوتے ہیں، نہ مدرسہ میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، نہ ہی سماج میں اس طرح کی معلومات فراہم کی جاتی ہیں جو صحیح و ٹھوس دینی و علمی بنیادوں پر مبنی ہوں، غلط اور ناقص معلومات کہیں نہ کہیں سے ان کو مل جاتی ہیں، جوان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں، اس کی بنا پر وہ انحراف اور گمراہی کے راستے پر پڑ جاتے ہیں، مساجد میں جو تقریریں ہوتی ہیں۔ وہ بھی نوجوانوں کی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہوا کرتی ہیں۔
اس بنا پر اب یہ ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سنجیدگی سے ٹھوس علمی بنیادوں پر خصوصی پروگرام نوجوانوں کے لئے تیار کرے، ایسا منصوبہ بند پروگرام جو نوجوانوں کی نفسیات، مطالبات، تقاضوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہو

نوجوانوں کی بنیادی ضرورتیں اور تقاضے

:نوجوان اخبارات و رسائل کے صفحات اور روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے اور پڑھتے ہیں کہ اس دور کی مشکلات اور پریشانیاں کیا ہیں، جب وہ ان مشکلات کے متعلق براہ راست پڑھتے ہیں تو وہ فطری طور پر ان کا حل بھی تلاش کرتے ہیں، اس لئے کہ فطری، وجدانی و ذوقی طور پر مشکلات و مصائب کو دیکھ کر اس کے اندر کے جذبات اور لطیف انسانی احساسات بیدار ہوتے ہیں، وہ مشکلات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومصائب میں مبتلا انسانوں کے لئے اپنی ہمدردی ورحم دلی کے جذبات پاتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ عملی طور پر دوسروں کی مشکلات میں ساتھ دیں ان کی امیدوں، آرزوؤں اور مقاصد کی تکمیل میں مدداور تعاون کریں۔

عقلی بنیاد پر بھی سماجی مشکلات سے واقفیت اوران مسائل کوحل کرنے کے طریقے اور تدابیر پروہ اپنے تجربے،علم اور صلاحیت کی بنیاد پر غور کرتے ہیں، اوراپنے رفقاءاور دوستوں اور ٹولیوں کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہیں، جوں جوں نوجوانوں کا علم اور تجربہ عمر کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے،اوروہ تدریجی طور پران مسائل ومشکلات کے حل پر جب غوروفکر کرتے ہیں تو اس میں مزید گہرائی اور سنجیدگی پیدا ہوتی ہے، اور تخلیاتی اور نظریاتی سے زیادہ ان میں عملیت اور حقیقت پسندی ہوتی ہے، اسلامی میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کی رہنمائی اس طرح کرے کہ وہ آئندہ چل کر معاشرہ کی صحیح رہنمائی کرسکیں، اوراس پر بوجھ بننے کے بجائے نافع بن سکیں۔

خواتین سے متعلق ذمہ داریاں: ہمارے معاشرہ میں اگرچہ عام طور پر خواتین کوسیاسی وثقافتی، مقامی اور بین الاقوامی خبروں سے دلچسپی نہیں ہوتی ،لیکن تعلیم یافتہ خواتین ان خبروں کو دلچسپی سے پڑھتی ہیں جوان کی صنف سے متعلق ہوں، اسلامی میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خواتین کیلئے ایسے پروگرام پیش کریں جن سے ان کی دینی واخلاقی تربیت میں مدد ملے، اوران کے ذریعہ معاشرہ کوترقی کی راہ پر ڈالنے میں آسانی ہو، گھریلو مشکلات ومسائل سے تعرض اوران کوحل کرنے کی تدبیریں، معاشرتی مشکلات اوران کی پیچیدگی کی طرف اشارے، سماج میں غلط رسوم ورواج کی اصلاح کی حکیمانہ کوشش، کہانیوں اور سیریز کے ذریعہ ٹی وی سے زیادہ ریڈیو پروگراموں سے اصلاح معاشرہ میں مدد ملتی ہے اس لئے کہ ریڈیو سننے کیلئے اس اہتمام اور توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی جو ٹی وی دیکھنے کیلئے ہوا کرتی ہے۔

نوجوان لڑکیاں لڑکوں کے مقابلہ میں زیادہ پڑھتی ہیں اور زیادہ متاثر ہوا کرتی ہیں، خاندانوں اور سوسائٹی میں پیش آنے والے حوادث اور واقعات سے ان کو غیر معمولی دلچسپی ہوا کرتی ہے۔

اسلامی میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے پروگرام نوجوان لڑکیوں اور خواتین کیلئے پیش کریں جو بچوں کے اندر حالات حاضرہ کے مطابق اخلاقی رجحان اوراخلاقی ودینی قدروں کو پیدا کرنے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدد دے۔ خواتین کی فطری صلاحیتوں کا نہ صرف انکشاف کرے بلکہ ان کو ترقی دے اور ان کی راہنمائی بھی کرے، نہ کہ ان کو مٹائے یا معطل اور ضائع کردے، ان مشکلات و مسائل کو سمجھنے میں مدد دے جن کی وجہ سے خاندانی شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

سن رسیدہ حضرات سے متعلق ذمہ داریاں: نوجوانوں اور خواتین کے علاوہ اسلامی میڈیا کو سن رسیدہ اور معمر حضرات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، چونکہ معاشرہ کی تعمیر میں ان کا بنیادی رول رہ چکا ہے اور اس عمر میں پہنچنے کے باوجود ایک صالح معاشرہ کو مزید صالح اور بہتر بنانے کیلئے بہر حال ان کی ضرورت ہے، اس لئے کسی حال میں بھی ان کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں، اسلامی میڈیا کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ نئی اور پرانی نسل کے درمیان جاری کشمکش کو ختم کرنے میں ان کی مدد حاصل کرے، نئی نسل کی رہنمائی اور تربیت میں ان سے تعاون اور ان کے تجربات سے استفادہ کرے۔

جہاں تک معمر حضرات کی دلچسپیوں اور رجحانات ذوق و پسند کا تعلق ہے تو عام طور پر عمر کے اس دور میں یہ حضرات میڈیا پر زیر بحث واقعات و حوادث، ان کے تجزیے، اور نتائج سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان کی دلچسپیوں کا محور وہ اشتہارات و اعلانات بھی ہوتے ہیں جن میں نئی اور جدید مصنوعات کا اعلان کیا جاتا ہے، اور ان کی خوبیاں گنوائی جاتی ہیں، اس طرح جسمانی کمزوری کے اس دور میں ان حضرات کو طبی ادویات اور اس میدان میں جدید تحقیقات سے غیر معمولی دلچسپی ہوا کرتی ہے، دوسری طرف بڑھاپے کی اس منزل میں انہیں ہلکی پھلکی خبروں، دلچسپ تفریحی پروگرام اور نئی کہانیوں سے دلچسپی ہوا کرتی ہے۔(۵۵)

امید ہے مذہبی صحافت سے وابستہ افراد ان گزارشات پر توجہ فرمائیں گے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ندوی، نذر الحفیظ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی ۲۰۰۱ء ص/ ۱۷۔۱۸

۲۔ خورشید، ڈاکٹر عبد السلام، فن صحافت، مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۶ء ص/ ۱۳ اور علم صحافت محمد اسلم ڈوگر تاج بک ڈپو لاہور ص/ ۱۷۔۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ ایضاً ص/۱۴
۴۔ ایضاً ص/ ۱۵
۵۔ حجازی، ڈاکٹر مسکین علی، صحافتی زبان سنگ میل پبلیکیشنز اردو بازار لاہور ۱۹۸۴ء ص/ ۱۹
۶۔ ایضاً ص/۲۰
۷۔ ایضاً ص/۲۱ تا ۲۴
۸۔ ایضاً ص/ ۲۵
۹۔ ایضاً
۱۰۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، فن صحافت ص/ ۱۶۔۱۷
۱۱۔ ایضاً ص/ ۱۸۔۱۹
۱۲۔ مہدی حسن، ابلاغ عامہ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۸ء ص/ ۱۹
۱۳۔ ایضاً ص/ ۲۰۔۲۲
۱۴۔ ایضاً ص/۲۴
۱۵۔ ایضاً ص/ ۲۵
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، فن صحافت ص/ ۱۹۔۱۰
۱۸۔ ایضاً ص/۲۲
۱۹۔ حجازی، ڈاکٹر مسکین علی، صحافتی زبان ص/ ۲۷/ ۲۹
۲۰۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، فن صحافت ص/ ۲۲۔۲۳
۲۱۔ مہدی حسن، جدید ابلاغ عامہ۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص/ ۲۲۴۔۲۲۷
۲۲۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، فن صحافت ص/ ۲۶
۲۳۔ محمد صلاح الدین، بنیادی انسانی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۷۸ء، ص/ ۳۲
۲۴۔ الاعراف ۷: ۱۸۵
۲۵۔ ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبیؐ حصہ چہارم، طبع اول، قمر سعید پبلشرز لاہور، ص/ ۳۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۶۔النساء۴:۱۴۸

۲۷۔سنن ترمذی، حدیث ۲۱۶۸، باب ۱۸ کتاب الفتن

۲۸۔سورۃ الاحزاب ۴۲۔۴۵

۲۹۔سورۃ المجادلہ/۱

۳۰۔ماہنامہ دعوۃ اسلام آباد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

۳۱۔علوی، پروفیسر ڈاکٹر خالد ،انسان کامل، الفیصل ناشران اردو بازار لاہور ۱۹۹۷ء
ص/۱۴۵۔۱۸۵

۳۲۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب العلم باب القراءۃ والعرض علی المحدث

۳۳۔مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت ادارہ اسلامیات اردو بازار لاہور ۲۰۰۰ء صفحہ نمبر ۶۶ بحوالہ القیقہ والفقیہ ج/۲ص/۱۳۷

۳۴۔ایضاً بحوالہ جمع الفوائد ج/۱ص/۴۸

۳۵۔ایضاً بحوالہ صحیح البخاری ومسلم

۳۶۔ ایضاً بحوالہ صحیح البخاری ومسلم

۳۷۔ایضاً بحوالہ صحیح البخاری ومسلم

۳۸۔الشوریٰ ۴۲:۴۸

۳۹۔ترمذی باب ان المستشار موتمن جز ۱۰،ص/۴۶

۴۰۔خلافت وملوکیت ،سید ابوالاعلیٰ مودودی ،ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۹۹ء ص ۱۵۱

۴۱۔اسلام کا نظام حکومت، مولانا حامد انصاری، الفیصل پبلشنگ کمپنی ،لاہور، ص ۱۲!!

۴۲۔الفاروق، شبلی نعمانی، مکتبہ عالیہ، لاہور، ص/۱۹۳

۴۳۔ایضاً ص/۱۵۱

۴۴۔بنیادی حقوق ص/۲۷۲

۴۵۔خلافت وملوکیت ص/۲۶۴

۴۶۔بنیادی حقوق ص/۲۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۷۔ بنیادی حقوق ص/ ۲۷۶

۴۸۔ خلافت وملوکیت ص/ ۶۱٪

۴۹۔ الانعام ۶: ۱۵۸

۵۰۔ قضایا العصر ومشکلات الفکر تحت ضوء الاسلام انوار الجندی، طبع ثانی ۱۹۸۴ء، بیروت ص/ ۱۷۷

۵۱۔ البقرہ ۲: ۲۵۴

۵۲۔ الحجرات ۴۹: ۱۱

۵۳۔ ترمذی باب ماجاء فی الفتنہ، جز ۷، ص/ ۲۰۶

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی
کی قرآنی خدمات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصولِ سیرت نگاری

تعارف، مآخذ و مصادر

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

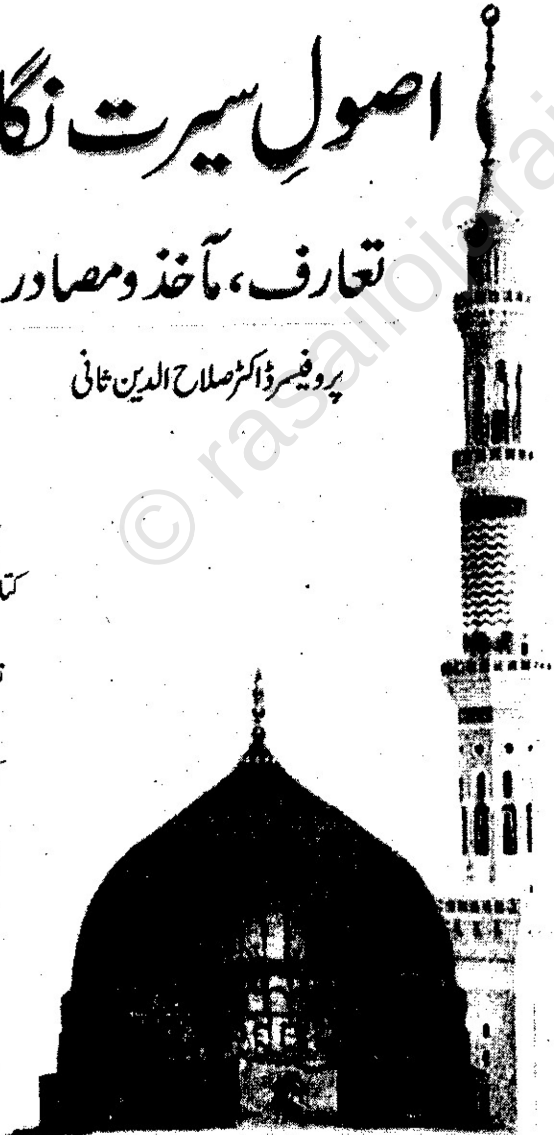

پہلی جامع و مفصل
کتاب کے اہم مباحث

سیرت النبیؐ
تعریف و تعارف

ارتقاء
سیرت نگاری کے
25 اصول

نایاب معلومات
کا خزانہ

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی

© rasailojaraid.com